ائمہ الحرمین

حضرت جیؒ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہی کہ مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کیونکر ہو؟ اس کے لئے جہاں آپؒ نے مناظروں کے میدان میں بے مثل جدوجہد فرمائی' اس کے ساتھ ساتھ اصلاحِ عقائد کے لئے شعبۂ تصنیف میں بھی عہد ساز خدمات سرانجام دیں۔

1970ء میں حضرت جیؒ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے گئے تو واپسی پر آپؒ کی تصوّف وسلوک کے موضوع پر دوسری اہم کتاب ''اسرار الحرمین'' شائع ہوئی۔ یہ کتاب احوال باطن سے متعلقہ اسرار ورموز کا خلاصہ ہے جو نفسِ مضمون کے اعتبار سے شاہ ولی اللہؒ کی ''تفہیماتِ الٰہیہ'' سے کسی طور کم نہیں۔ ''اسرار الحرمین'' جہاں کیفیات کا خزینہ ہے' اس کی جامعیت اہلِ نظر کو تحقیق کی دعوت بھی دیتی ہے۔ اس میں مضامین کا وہ بحرِ بیکراں پنہاں ہے جس پر دفاتر رقم کیئے جاسکتے ہیں۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

فقال اللہ تعالیٰ وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون وکان ربک بصیرا

حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوتا ہے اور وہاں کی برکات سے کما حقہٗ بہرہ ور ہونا اہلِ بصیرت اور اہلِ دل صوفیہ کرام کا خاصہ ہے۔ ان مقدس مقامات کے اسرار و کیفیات کا بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محققین صوفیائے کرام کے مختصر حالات بیان کیے جائیں۔ اور ان حضرات کو اہلِ زمانہ کے ہاتھوں جو مصائب دیکھنے پڑے، ان کا بیان ہو۔ اور اولیاء اللہ کے مناصب اور ان کے فرائضِ منصبی کا اجمالی ذکر ہو جائے۔

اس سلسلے میں یہ بنیادی حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ ولایت کی حیثیت نیابت نبوت کی ہے۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے بغیر ولایت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے اتباع سے بے نیاز ہو کر ولایت کا دعوےٰ کرے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے، اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی شان تمام کائنات سے بلند تر ہے اور تِلکَ الرّسل فَضَّلنا بعضھم علےٰ بعض کی رُو سے اِن میں بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ انبیاء کرام میں رسولوں کی شان بلند ہے پھر اولوالعزم پیغمبروں کی شان اُن سے بلند ہے۔ اور امام الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سب سے بلند ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولوالعزم پیغمبروں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔ پھر حضرت موسےٰؑ اور پھر حضرت نوحؑ اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔

اتباعِ نبویؐ کے اعتبار سے اُمّت میں بھی مراتب اور فضیلت کے مقام ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اتباعِ نبویؐ میں اس کمال تک پہنچے کہ حضورؐ کے صحابہ کی شان تمام انبیاءؑ کے صحابہ کی شان سے بلند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں بھی فضیلت کی ترتیب یہ ہے:- صدیق اکبرؓ کی شان سب صحابہؓ سے بلند ہے۔ پھر فاروق اعظمؓ پھر عثمان غنیؓ پھر علی مرتضےٰؓ کا مرتبہ ہے۔ نبیؐ اور صدیقؓ کے درمیان کوئی دوسرا مرتبہ نہ منصب کما قال تعالےٰ وکان صدیقاً نبیا۔ صدیقؓ کے بعد متصل نبوت کا ذکر فرمایا خلفاء اربعہؓ کے بعد عشرہ مبشرہؓ کی شان تمام صحابہؓ سے افضل ہے۔ ان حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ عشرہ مبشرہ کے بعد بدری صحابہؓ کا مرتبہ ہے۔

قال عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ
ھٰذَا الاَمرُ فی اَھلِ البَدرِ مَا بَقِیَ مِنھُم اَحَدٌ ثُمَّ فِی اَھلِ اُحُدٍ

یعنی انتخابِ خلیفہ کا کام بدری صحابہؓ کا ہے۔ جب تک ان میں سے ایک بھی موجود ہو۔ پھر احدی صحابہؓ

ثُمَّ فِی کُلِّہَا - فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۶۴ ہیں۔ پھر اسی طرح - اسی طرح -

بدری صحابہ رض کے بعد ان صحابہ کا رتبہ ہے جو غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ جیسا فتح سے معلوم ہو چکا ہے، اور احدی صحابہ رض کے بعد بیعت رضوان والے صحابہ رض کی شان ہے۔ پھر مجموعی طور پر تمام صحابہ کرام جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور مال خرچ کیا اور جہاد کیا، اور ہجرت کی، ان کی شان اُن صحابہ سے افضل ہے، جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ قال تعالیٰ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی الخ۔ (پ ۲۷ ع ۱۷ س حدید)

قرآن مجید کی اس آیت نے فتح مکہ کی شان اور قبل والوں میں فرق بیان فرمایا۔ جنتی دونوں ہی ہیں۔ مگر قبل فتح۔ مکہ والوں کی شان بہت بلند ہے۔ صحابہ رض کی شان کے بعد تابعین رض کی شان ہے۔ ان کے بعد تبع تابعین کی - ان کے اہل خیر ہونے کی خبر رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو دی ہے -

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ - ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ۔ تمام زمانوں سے میرا زمانہ اچھا ہے پھر اس سے جو ملے گا، پھر اس سے جو ملے گا۔

اور آئمہ اربعہ بھی ان میں داخل ہیں۔

آئمہ اربعہ کے بعد شان اولیاء اللہ کی ہے۔ ان میں علماء ربانی بھی داخل ہیں۔ شان اور فضیلت ایک کلی مشکک ہے جو کمی بیشی سے ثابت ہوتی ہے۔ چونکہ اولیاء اللہ بھی مختلف شان اور فضائل رکھتے ہیں۔ اور ان کے مناصب بھی مختلف ہیں۔ جیسا ابدال۔ قطب ابدال۔ قطب مدار۔ قطب ارشاد۔ قطب الاقطاب، غوث۔ قیوم۔ افراد۔ قطب وحدت اور صدیق ــــ ابدال ترقی کرکے

قطب ابدال بن سکتا ہے۔ قطب ترقی کر کے قطب مدار بن سکتا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف قطب الارشاد و قطب الاقطاب ترقی کر کے غوث بن سکتا ہے۔ غوث ترقی کر کے قیوم بن سکتا ہے۔ قیوم ترقی کر کے فرد۔ علیٰ ہذا القیاس۔ قطب الاقطاب غوث کا محرر ہوتا ہے۔ مگر خوب یاد رکھ لیں۔ یہ تمام کمالات و مناصب آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی جوتیوں کی خاک سے ملتے ہیں۔

جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے، اور اس کے اعمال خلافِ سنت ہوں اور شریعت کی حدود سے تجاوز کا مرتکب بھی ہو اور پھر دعوائے ولایت کرے تو وہ کذاب ہے۔ قرآن کریم اسے جھوٹا کہتا ہے۔ قَالَ تَعَالٰے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ الآیۃ ۔

اور ابدال اور قطب ابدال اور ان کا رئیسِ اعظم قطب مدار ان تمام کا تعلق امورِ تکوینیہ سے ہوتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تفہیماتِ الٰہیہ کے صفحہ ۱۹۱ پر فرماتے ہیں:۔

ان قطب المدار وجنودہ الابدال واشباھھم قائمون بستر التکلیف لا بستر التشریع ۔ اور فرمایا:۔ واھل الارشاد ھم ورثۃ الانبیاء علیھم السلام

اور بہر حال قطب مدار اور اس کا لشکر ابدال اور جو ان کے مشابہ ہیں ان کا تعلق امورِ تکوینیہ سے ہے۔ نہ کہ امور شرعیہ سے۔ اور اہل ارشاد انبیاء علیہ السلام کے وارث ہوتے ہوتے ہیں۔

تفسیر مظہری واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت خضر علیہ السلام امام ربانی مجدد الف ثانی سے یوں رقم فرماتے ہیں اور یہ واقعہ خود امام ربانی کے

مکتوبات میں بھی موجود ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب مظہری نے بھی اس کشفِ امام کی تصدیق کی ہے۔ اس لئے مظہری کا حوالہ دیا ہے۔

امام ربانیؒ سے کسی نے حیاتِ خضرؑ کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے خدا تعالیٰ سے اس مسئلہ کے انکشاف کی دعا کی تو حضرت خضرؑ نے خود حاضر ہو کر جواب دیا اور فرمایا کہ میں ہمیشہ قطبِ مدار کی امداد میں رہتا ہوں۔

وجعلنا اللہ تعالیٰ معیناً لقطب المدار من اولیاء اللہ تعالیٰ الذی جعلہ اللہ تعالیٰ مدار السلام وجعل بقاء العالم ببرکۃ وجودہ وافاضتہ وقال ای الخضر ان القطب فی ھذا الزمان فی دیار الیمن۔ متبعٌ للشافعی فی الفقہ

اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ سے قطبِ مدار کا معاون اور مددگار بنایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس پر دارومدار جہان کی رکھی ہے۔ اور بقاءِ عالم یعنی جہان کی اس کے وجود کی برکت سے ہے۔ اور اس کے افاضہ سے اور فرمایا حضرت خضرؑ نے کہ حقیق قطب اس زمانہ میں یمن کے شہروں میں ہے، اور فقہ میں متبع امام شافعی کے ہے۔

نیز امام ربّانی مجدّد الف ثانی اپنی کتاب "معارف لدنیہ" کے ص۴۴ پر یوں فرماتے ہیں۔

"قطب ابدال واسطہ وصول فیوض است کہ وجودِ عالم بہ بقاء آں تعلق دارد۔ و قطب ارشاد واسطہ وصول فیوض است کہ بارشاد و ہدایت تعلق دارد۔ پس تخلیق وترزیق و ازالہ بلیات و رفع امراض و حصول عافیت وصحت منوط بفیوض مخصوصہ ابدال است و ایمان و ہدایت و توفیق حسنات و انابت از سیأت نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است و قطب ابدال

در ہمہ وقت درکار است و عالم بغیر از وی متصور نیست کہ نظام عالم با و مربوط است اگر یکے از افراد ایں قطب می رود دیگرے بر جائے او نصب می شود۔ اما قطب ارشاد لازم نیست کہ در ہمہ وقت کاین بود وقتے باں کہ عالم از ایمان و ہدایت خالی باشد و تفاوت بحسب کمال در افراد ایں اقطاب بسیار است بعد آں وصلو الی درجۃ الولایۃ“

خلاصہ:۔ قطب ابدال قطب مدار کا نائب ہے اور اس کی فوج کا جو ابدال ہیں ایک اعلےٰ افسر ہے۔ اس کے وجود کی برکت سے خدائے تعالےٰ نے وجودِ عالم رکھا ہے۔ اور اس کے وجود کی برکت سے تکوینی فیوضات باری تعالےٰ کے مخلوقات کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور دفع امراض، ازالۂ بلیات، مصائب آرام۔ آسائش۔ رزق۔ بارش وغیرہ۔ اس کے وجود کا فیض اور ایمان و رشد اور ہدایت نیکی کرنا اور برائی سے بچنا۔ حصول علم، دینی درس و تدریس تبلیغ وغیرہ احکام شرعی کا تعلق خدا تعالےٰ نے اس کے وجود سے رکھا ہے اس کے وجود کی برکت ہے۔ قطب ارشاد کا ہمیشہ ہونا ضروری نہیں جیسا آخر وقت میں قریب قیامت تمام دنیا ایمان سے خالی ہو جائے گی۔ اس وقت قطب ارشاد نہ ہوگا۔ اس سے کافی وقت پہلے اُٹھا لیا جائے گا۔ مگر جب تک کوئی اللہ اللہ کرنے والا ہوگا اس وقت تک قطب مدار قطب ابدال کا وجود ہوگا۔ جب قرآن کا علم و کعبہ اٹھا لیا جائے گا، اس وقت کے بعد ان کا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ تقریباً اسّی سال یا چالیس سال بنا بر اختلاف اس زمانہ میں یہ نہ ہوں گے۔ تمام کفر ہی ہوگا۔ مگر قطب ارشاد قرآن اور علم کے اُٹھنے سے اوّل ہی ختم ہو جائے گا۔ پھر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا نہ ہوگا۔

اور موضوعات کبیر ملا علی قاری ص۱۲۳ پر علامہ ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ قطب غوث کا نام سُن کر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس کا جواب ملا علی قاری

نے یوں دیا۔

قلت وردت الاحادیث والآثار مرفوعًا وموقوفًا علے الصحابة الابرار والتابعین الاخیار جمعها الحافظ السیوطی فی رسالةٍ مستقلةٍ سماها الخبر الدال علے وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال۔

میں کہتا ہوں تحقیق وارد ہو چکی ہیں حدیثیں اور آثار صحابہ کرام سے مرفوع بھی اور موقوف بھی صحابہ کرام پر، اور تابعین اخیار پر۔ جمع کیا۔ ان تمام احادیث و آثار کو حافظ سیوطی نے رسالہ میں جس کا نام رکھا۔ الخبر الدال علیٰ وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال۔

فائدہ:۔

اس رسالہ میں حافظ سیوطی نے تقریبًا ۵۲۔ احادیث آثار ضعیف مرفوع موقوف قوی پیش کئے ہیں۔ اور امام سیوطی نے الخبر الدال مستقل رسالہ کے ص۳۲ پر اور ص۱۵ پر یوں تحریر کیا ہے۔

قال بعض العارفین والقطب هو الاحد المذکور مافی حدیث ابن مسعود انا علے قلب اسرافیل ومکانه من الاولیاء کالنقطه فی الدائرة التی هی مرکزها به یقع صلاح العالم۔ اور امام سیوطی نے الحاوی للفتاوی ص۳۲۵ جلد دوم پر ابن مسعود سے نقل فرمایا ابن عبد اللہ قال قال

بعض عارفین نے فرمایا کہ قطب ایک ہے۔ جو مذکور ہو چکا ہے۔ حدیث عبد اللہ بن مسعود میں اور اسرافیل فرشتہ کے دل پر ہے۔ یعنی قطب کا قلب اسرافیل فرشتہ پر ہے۔ اس قطب کا مکان اولیاء اللہ میں مثل نقطہ کے ہے جو دائرہ میں ہوتا ہے۔ وہ دائرہ جو اس کا مرکز ہے اس قطب کے سبب اصلاح جہان کی ہوتی ہے۔

اور امام سیوطی اپنے الحاوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ عز وجل فی الخلق
ثلاثمائة علی قلب آدم علیہ
السلام و للہ فی الخلق
اربعون قلوبہم علی
قلب موسی علیہ السلام
و للہ فی الخلق سبعة
قلوبہم علی قلب ابراہیم
علیہ السلام - و للہ
فی الخلق خمسة قلوبہم
علی قلب جبرائیل و للہ
فی الخلق ثلثة قلوبہم
علی قلب
میکائیل و للہ فی الخلق واحد
قلبہ علی قلب اسرافیل علیہ السلام
اور فتاوی الحادی ص۲۴۳ میں جلد دوم پر
واللہ سبحانہ تعالی مدیر الدوائر
فی الآفاق الاربعة من ارکان الدنیا کدوران
الفلک فی افق السماء وقد سترت احوال
القطب ھو الغوث من العامة والخاصة
غیرة من الحق علیہ -

للفتاوی میں حضرت عبداللہ سے نقل کیا۔
فرماتے ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ
خدا کی مخلوق میں خدا کے بندے تین سو
ہیں۔ جن کے دل حضرت آدمؑ کے دل پر ہیں
اور خدا کی مخلوق میں چالیس ہیں۔ جن کے
دل حضرت موسیٰؑ کے دل پر ہیں۔ خدا کی
مخلوق میں سات ہیں، جن کے دل حضرت
خلیل اللہؑ کے دل پر ہیں۔ اور خدا کی مخلوق
میں پانچ ہیں جن کے دل حضرت جبرائیلؑ کے
دل پر ہیں۔ اور خدا کے لئے خدا کی مخلوق
میں تین ہیں۔ جن کے دل حضرت میکائیلؑ
کے دل پر ہیں۔ خدا کے لئے خدا کی مخلوق
میں ایک (واحد) ہے جس کا دل حضرت
اسرافیلؑ کے دل پر ہے۔ اور خدا تعالیٰ
قطب کو جو کہ غوث ہے، دنیا کے چاروں
کناروں میں پھراتا ہے۔ جو دنیا کے چار
ارکان میں اس طرح پھراتا ہے۔ جس طرح
ستارہ آسمان کے کناروں میں پھرتا ہے
اور خدا تعالیٰ نے غوث کے پورے احوال
عوام و خواص سے بھی پوشیدہ رکھے ہیں
یہ محض غیرتِ حق کی وجہ سے ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ مذکورہ روایت تین سو اولیاء زمانی کو محدث

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۹ میں مفصل بیان فرمایا ہے اور اسی طرح شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ کے ج ۱ ص ۱۸۴ پر بیان کیا ہے اور علامہ خلال نے کرامات الاولیاء میں بیان کیا جس سے علامہ ابن تیمیہ بھی اخذ کرتا ہے۔ محقق سمجھ کر۔ اور اسی طرح اس روایت کو علامہ خطیب بغدادی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح محدث طبرانی نے معجم الاوسط میں نقل کیا ہے

اور اسی الحاوی للفتاویٰ صفحہ ۲۳۱ - ج ۲ پر

قال اخرج ابن عساكر والخطيب من طريق عبيد الله بن محمد بن العبسي قال سمعت الكنعاني يقول النقباء ثلثمائة والنجباء سبعون و البدلاء اربعون والاخيار سبعة والعمد اربعة والغوث واحدٌ

اور امام سیوطی نے الحاوی الفتاوی میں بیان کیا کہ علامہ ابن عساکر اور خطیب نے عبید اللہ بن محمد بن عبسی سے اخراج کیا۔ کہ وہ کہتے ہے کہ وہ کہتا ہے کہ:۔ میں نے حضرت علامہ کنعانی سے سنا، وہ کہتا تھا کہ نقباء تین سو ہیں نجباء ستر ہیں۔ ابدال چالیس ہیں۔ اور اخیار سات ہیں۔ عمد قطب چار ہیں اور غوث ایک ہے۔

علامہ ابن جوزی نے حدیث عبد اللہ بن مسعود پر اعتراض کیا۔ اس کو موضوع بھی کہا اور اس میں راوی مجہول بھی بتاتے۔ مگر ابن جوزی کی جرح بیکار ہے جب تک کوئی غیر متشدد امام جرح تعدیل ان کے موافق نہ ہو۔ ان آٹھ آدمیوں کی جرح پھر صوفیہ پر کون تسلیم کرے۔ ان کی کوئی بات صوفیاء کے خلاف کوئی قدر نہیں رکھتی ان کو صوفیاء و صلحاء امت سے خدا واسطے کا بیر ہے ____ وہ آٹھ یہ ہیں:۔

علامہ ابن تیمیہ ۔ علامہ ابن قیم ۔ علامہ شوکانی ۔ علامہ صنعانی ۔ ابن عقیل حنبلی ۔ علامہ زرکشی ۔ علامہ ابن جوزی ۔ قاضی شمس الدین ذہبی ۔

مگر حدیث عبداللہ بن مسعود پر اعتراض، علامہ ابن جوزی نے کیا۔ بھلا اعتراض کیونکر نہ کرتے، جب اس نے غوث و اقطاب ابدال کے نام رکھے تو فوری غصہ میں آکر فرمادیا کہ یہ حدیث غلط ہے۔ صوفیوں کے نام بھی ہوں۔ پھر ابن جوزی حدیث کو صحیح ہو، فرماتے۔ یہ محال ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی الرفع والتکمیل کے صفحہ ۱۳۶ پر فرماتے ہیں کہ ان آٹھ دس آدمیوں کی جرح تسلیم نہ کی جائے۔ بغیر تائید غیر متشددین کے، البتہ ان کی تعدیل قبول کی جائے۔ فرمایا۔

فکم من حدیث قوی حکموا علیہ بالضعف والوضع وکم من حدیث ضعیف بضعف یسیر حکموا علیہ بقوۃ الجرح فالواجب علی العالم ان لایبادر الی قبول اقوالہم بدون تنقیح احکامہم و من تقلدہم من دون الانتقاد ضل او اوقع العوام فی الافساد۔

اور بہت سی قومی حدیثیں ہوتی ہیں جن پر یہ حکم ضعف کا لگادیتے ہیں یا وضع کا اور بہت حدیثیں جن میں تھوڑا سا ضعف ہوتا ہے اس پر حکم ضعف کا لگادیتے ہیں۔ قوت جرح کی وجہ سے ہر عالم پر واجب ہے کہ ان کی جرح کو دیکھ کر جلدی نہ کرے۔ کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ ان کے ضعف کو قبول نہ کرے سوائے خود تنقیح کرنے کے جس نے ان کی (علامہ ابن جوزی اور دوسرے یعنی ابن تیمیہ وغیرہ) تقلید کی بغیر تنقیح کے وہ خود گمراہ ہوا اور عوام کو فساد میں ڈالا۔

جیسا کہ ملا علی قاری سے نقل کرچکا ہوں کہ معلوم ہوا کہ ان متشددین حضرات کی جرح کو جلدی قبول کرنا، مخلوق کو فساد میں ڈالنا ہے

احادیث و آثار صحابہ و تابعین و مکتوبات و ملفوظات اولیاء اللہ عارفین سے اولیاء اللہ کے چودہ گروہ ملتے ہیں۔ (۱) ابدال (۲) ابرار (۳) اخیار (۴) امامین (۵) اوتاد (۶) نجباء (۷) نقباء (۸) مکتومان (۹) قطب (۱۰) غوث۔

(۱۱) قیوم (۱۲) فرد، قطب وحدت (۱۳) (۱۴) صدیق۔

سوائے مکتومان کے تمام مناصب و مراتب و مقام معلوم ہیں۔ مکتوم ایک ایسا مقام ہے کہ جس کا علم نہ خواص کو، نہ عوام کو ہے۔ ان کے احوال پوشیدہ ہوتے بوجہ غیرت خداوندی کے۔

(۳) ان القطبیۃ مقام معلوم والغوثیۃ مقام معلوم ومن کان مع اللہ وبا اللہ فلا یعلم لہٗ مقام وان کان لہٗ فی کل مقام مقام۔

طبقات الکبریٰ الشعرانی ص۱۲۴ ج۲

قطبیت مقام معلوم ہے۔ غوثیت بھی مقام معلوم ہے۔ جو ولی اللہ خدا کے ساتھ ہے، اس کا مقام معلوم نہیں ہے۔ اگرچہ ہر مقام میں اس کا مقام ہے۔

فائدہ: محققین صوفیاء کرام کی کتب میں ان کو زیر خطب ارشاد لکھتے ہیں۔ مگر ناچیز پر یہ چیز واضح نہیں ہوئی۔ صرف کتب صوفیاء پر موقوف رکھا۔ اس امر کو باقی قیوم سے صدیق تک، ان مناصب میں اکثر صحابہ کرامؓ کو پایا گیا۔ افراد منازل تک صحابہ کرام رض کی کثرت پائی گئی۔ اور قطب وحدت منصب حضرت فاروق اعظم رض کا پایا گیا۔ بعد والوں کو اگر منصب ملتا ہے تو اوّل تو جس طرح صحابی و غیر صحابی کی شان میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح ان مناصب میں بھی فرق ہے پھر بعد والوں کو بوجہ اتباع رسول ؐ اور اتباع صحابہ کے ملتے ہیں۔ اور مسائل السلوک من کلام ملک الملوک صفحہ ۱۳ جلد نمبر ۲ پر ہے۔

قال تعالٰی خرقھا قال اخرقتھا لتغرق الخ ——— دلت الاٰیۃ علٰی صدور بعض الافعال التی ظاھرھا تخالف الشرع عن الاکابر ہا تکون

فرمانِ خدا تعالیٰ کہ پھاڑا حضرت خضرؑ نے کشتی کو تو فرمایا حضرت موسیٰؑ نے تم نے کشتی پھاڑی کہ اس کی سواریوں کو غرق کریں۔ قرآن کی یہ آیت دلالت کرتی ہے

سحکوۃ فی الواقع ودلت ایضاً علٰی وجود الاولیاء المتصرفین فی التکوین ویسمون اقطاب التکوین واھل الخدمۃ	بعض اولیاء اللہ کاملین سے بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو ظاہر شریعت کے مخالف معلوم ہوتے ہیں۔ اور در واقع میں وہ مخالف شریعت نہیں ہوتے اور آیت قرآن کریم کی وجود اولیاء اللہ کاملین متصرفین عالم تکوین پر جن کو قطب تکوین و اہلِ خدمت کہتے ہیں۔ دلالت کرتی ہے۔

بلکہ قطب تکوینی کا ثبوت، جس کو قطب مدار صوفیا کی اصطلاحات میں کہا جاتا ہے۔ جس کے وجود کی برکت پر خدائے تعالیٰ نے بقاء جہان کی مدار رکھی ہے اس کا ثبوت خود نصِ قرآنی میں موجود ہے۔ جیسا قرآن کریم نے تین واقعات حضرت خضر سے بیان فرمائے ہیں۔ کشتی کا توڑنا۔ لڑکے کا قتل کرنا۔ دیوار کا ٹھیک کرنا۔ جن کا تعلق عالم کون سے ہے۔ ان امورِ ثلاثہ میں حضرت خضر کا تصرف کرنا نصِ قرآنی میں موجود ہے۔ ان واقعات میں آپ کا تصرف کرنا، آپ کو صاحبِ تصرّف ثابت کرتا ہے 'یقیناً'۔

اب رہا یہ کہ کیا قطبِ مدار جو واقعات میں تصرّف کرتا ہے، وہ خود مختار ہوتا ہے، تو عرض ہے کہ ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ باذن اللہ بامر اللہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت خضرؑ کے واقعات کے بعد آپ نے حضرت موسٰے علیہ السلام سے کہا۔ ما فعلتہٗ عن امری۔ میں نے ان واقعات کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ بلکہ بامر اللہ کیا۔ جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور مٹی کے بت میں جان پھونک سے ڈالتے تھے۔ تو حیات تمام باذن اللہ تھی پس قطبِ مدار کا وجود بھی ثابت ہوا۔ اس کا تصرّف

ہونا بھی باذن اللہ ثابت ہوا۔

اور قرآن کریم کی متعدد آیات سے ملائکہ کا متصرف ہونا باذن اللہ ثابت ہے یا اسی طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے فعل کو خدائے تعالےٰ نے اپنا فعل بتایا۔ چونکہ ان کے یہ افعال باذن اللہ تھے۔ تو گویا اُن سے صادر نہیں ہوئے۔ خدائے تعالےٰ سے ہوئے ہیں۔

قَالَ تعَالیٰ فلم تقتلوھم وَلٰکِنّ اللّٰہ قتلھم

وَ مَا رمیت اذ رمیت وَلٰکنّ اللہ رمیٰ۔ الایتہٖ

صحابہ کرام کا قتل کرنا کفار کو، خدا تعالیٰ نے اپنے قتل کرنے سے تعبیر فرمایا اسی طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل فرمایا۔ اس سے ان کا اس فعل میں متصرف ہونا بھی ثابت اور باذن اللہ ہونا بھی ثابت ہے۔

قَالَ تعالےٰ قُل یتوفّکمْ ملکُ الموت الّذی وکّل بکم

وقال تعالیٰ فکیف اِذا توفّتھم الملائکۃ یضربون

وجوھھم وقال تعالےٰ اِنّ الّذین توفّھم الملٰئکۃ۔ الخ

مارنا، زندہ کرنا۔ فعل باری تعالےٰ کا ہے۔ اور فاعلِ حقیقی باری تعالےٰ ہے۔ اور ملائکہ کی طرف نسبت موت کی مجازاً ہے۔ اور ظاہراً ہے۔ کیونکہ ظاہر یہی متصرف ہیں لیکن باذن اللہ ہیں۔ اسی طرح قطب۔ غوث۔ قیوم۔ افراد قطب وحدت۔ صدیق، یہ بھی متصرف ہیں۔ مگر خود مختار نہیں۔ اور متصرف باذنِ اللہ ہیں۔ اور صحیحین کی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، اس میں اسی طرف اشارہ ہے

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَا تقرّب الیّ عبدی	حضرت ابوہریرہؓ نبی کریمؐ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

بمثلِ ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا۔

فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی۔

میرا بندہ فرائض سے قرب حاصل کرتا ہے، اور پھر علاشیہ میرا قرب نوافل سے حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں، جن سے سُنتا ہے میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں، جن سے وہ چلتا ہے۔ پھر میرے ساتھ سُنتا ہے، دیکھتا ہے۔ اخذ کرتا ہے۔ چلتا ہے۔

اس حدیث شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے مقرب بندہ کو اپنا محبوب فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ قرب الٰہی کو محبت لازم ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے اس محبوب بندہ کے تمام افعال و تصرفات کو اپنے افعال و تصرفات فرمائے شعر:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

چند امور

ابدال غلام نہیں۔ قطبوں کے قطب غلام۔ غوث کا غوث غلام ہے۔ قیوم کا قیوم غلام ہے۔ افراد کا افراد غلام۔ قطب وحدت کے قطب وحدت غلام۔ پھر صدیق۔ اور پھر یہ تمام غلام ہیں و متبع صحیح طور پر ہیں انبیاء علیہم السلام کے۔ ان کا فاطمی النسل ہونا ضروری نہیں ــــ ہاں ان مناسب والوں کا خلفاء اربعہ کی

نسل سے ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ بھی قاعدہ و قانون کلی نہیں۔ بلکہ اکثری ہے

فیض کا نزول

فیض کا نزول ہمیشہ منصب والی ہستی پر ہوتا ہے۔ پھر زیریں پر آتا ہے۔
ماتحت مناصب والے کی مخالفت منصب بالا سے مانع فیض، بلکہ قاطع فیض ہے
جیسا صدر یا وزیر اعظم کی مخالفت کر کے حکومت سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا
اور اس فیض کے قیام و بقاء و ہمیشگی کے لئے چند امور ضروری ہیں۔

دوامِ فیض کے طریق

یہ کہ شیخ فیض دہندہ زندہ ہو۔ جس کے ذریعے فیض حاصل کرتا ہے
یا کسی روح ولی کامل سے ربط ہو جس کو ربط بالشیخ کہا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے
فیض حاصل کرتا رہے۔ یا براہِ راست بذریعہ مشائخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے فیض اخذ کرے۔ یا خود ذاتِ باری سے فیض حاصل کرے۔ یا تباع اپنے
پیغمبر کے یعنی واسطہ حصول فیضِ باری کا اتباع رسول ہوتا ہے، اگر فنا و بقا بھی حاصل
ہو جائے اور شیخ فوت ہو گیا، اس سے ربط قائم نہ ہو سکا، تو کچھ مدت کے بعد
خود بخود طبیعت سرد ہو کر ہر چیز چلی جاتی ہے۔ ہاں لطائف قائم رہتے ہیں۔
اِلا ماشاء اللہ جس پر خدا کا فضل رہے۔ ورنہ مشکل ہے۔

اخذِ فیض کا طریقہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست فیض لینا، ایسے
لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ باقی رہا، یہ فیض کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ ذات سے
یا اہلِ قبور سے! اس کے متعلق گزارش ہے کہ یہ وہ پیالہ نہیں، کہ بغیر نوش
کئے اس کا ذائقہ حاصل ہو، جس کو نوش کر کے ذائقہ یا لذت حاصل کرنی مقصود
ہو، وہ کسی کامل و اکمل کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔ اور کچھ وقت لگاتے۔
شرائطِ سلوک کے مطابق عمل کرے، پھر خود ظاہر ہو جانے لگا۔ اگر اس راہ سے

ناواقف آدمی اِس سے انکار کردے، تو اس انکار سے اِس حقیقت کی نفی نہ ہوگی، وہ معذور ہیں کہ نورِ بصیرت سے محروم ہیں۔ اگر اندھا روشنی کا اور طلوعِ آفتاب کا انکار کرے تو وہ معذور ہے۔ اِسی طرح نورِ بصیرت کا اندھا بھی معذور ہے۔

دلائل

اِن الظَّنَّ لَا یُغنِی مِنَ الحَقِّ شَیئًا
ایسے لوگوں کے حق میں خدائے تعالٰی نے خوب فرمایا

قَالَ تعالٰی فَلِمَ تحاجون فیما لیس لکم بہٖ عِلم
تم اس چیز میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔ اور ظن حق سے مستغنی نہ کریگا پھر وہ ظن جو کسی شرعی دلیل سے ماخوذ بھی نہ ہو۔ نہ ہی شرعی دلیل کی طرف منسوب ہو۔

قَالَ تعالٰی بَل کذبوا بمالم یحیطوا بعلمہٖ ۔ قَالَ تعالٰی لاتقف مالیس لک بہٖ عِلمٌ الخ
اِس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ قَالَ تعالٰی اکذبتم بآیٰتی ولم تحیطوا بھا علمًا ۔ کیا تکذیب کی تم نے میری آیات کی۔ اور حالانکہ تمہارا علم ان کا احاطہ نہ کر سکا تھا۔

اِس وجہ سے رسول خدا نے فرمایا کہ کفیٰ للمرءِ کذبًا ان یحدث بکلّ ما سمع ۔ جھوٹے کے جھوٹ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو سُنے، بیان کردے اور حقیقت تک نہ پہنچا۔

انتباہ

میں دلوں سے کہتا ہوں کہ علماءِ ظواہر علمِ باطنی جس کو تصوف وسلوک کہا جاتا ہے۔ وہ صوفیاءِ کرام سے مخصوص ہے۔ اِس کی سمجھ سے کوسوں دور ہیں۔ اور اس کی واضح وروشن دلیل ہے قصہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت خضر ع کا۔ اسی وجہ حضرت خضر ع نے حضرت موسیٰ ع سے شرط لگائی تھی، اور فرمایا کہ۔ وکیف تصبر علی مالم تحط بہٖ خبرا ۔ الخ

آپ کس طرح صبر کرتے اس کام پر جس کا احاطہ آپ کا علم نہ کر سکا۔ جب حضرت موسیٰ جلیل القدر رسول اولو العزم پیغمبر نہ سمجھ سکے تو دوسرا کون ہے؟

آخری مختتم بات

قال تعالیٰ افتمارونہ علیٰ ما یریٰ الخ

کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس امر پر جو اس نے دیکھا ہے۔ بھلا اندھوں کی بات کو کس طرح تسلیم کریں جن میں نورِ بصیرت ہی نہیں۔ قطب، غوث اُن کی پیشانی پر لکھا تو ہوتا نہیں — نورِ بصیرت سے اندھے ان کے قلوب منورہ کو کہاں سے دیکھیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کا ذیوں کا مقام یہ ہے کہ کوئی ان میں تاجر ہے۔ کوئی حداد ہے۔ کوئی سبزی فروش ہے۔ ان گدڑیوں میں یہ لعل صاحبِ بصیرت جوہری کے بغیر کیسے پہچانے جائیں

الیواقیت والجواہر صفحہ ج ۲ پر ہے۔

ومن شانہ الخفاء فتارۃ یکون حدادا وتارۃ تاجرا وتارۃ یبیع البقول ونحو ذالک۔

اور اس کی شان سے خفا ہے، وہ غوث کبھی لوہار کا کام کرتا ہے کبھی تاجر ہوتا ہے۔ کبھی سبزی فروش وغیرہ۔ ذالک

فیضِ باطنی از ارواح اہلِ قبور

الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ کے صفحہ نمبر ۳۰ پر ہے۔

ثم الخواجہ نقشبند اخذ عن روح الخواجہ عبد الخالق الغجدوانی والشیخ ابو علی الفارمدی اخذ ایضاً

خواجہ نقشبند رحمہ نے روحانی فیض خواجہ عبد الخالق رحمہ سے حاصل کیا، اُن کی موت کے بعد۔ اور شیخ ابو علی فارمدی نے خواجہ ابو الحسن خرقانی کی روح سے

عن خواجہ ابی الحسن الخرقانی عن شیخ ابی یزید البسطامی من طریق الباطن لا من طریق الظاہر فان وفات الشیخ ابی یزید قبل ولادت خواجہ ابو الحسن خرقانی بمدۃ مدیدۃ والشیخ ابو یزید عن سیدنا الامام جعفر الصادق من طریق الباطن لا الظاہر لان ولادۃ الشیخ ابی یزید بعد مدت مدیدۃ وتلمذ واخذ الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن سلمان رضی اللہ عنہ لا یمکن ان یکون الا من جہۃ الباطن یظہر ذالک من تتبع الرجال

فیض حاصل کیا اور ابوالحسن خرقانی رح نے روحانی فیض حضرت بایزید بسطامی کی روح سے اخذ کیا۔ باطنی طریقہ سے نہ ظاہری طریقہ سے، کیونکہ بایزید بسطامی رح کی وفات حضرت ابوالحسن خرقانی رح کی پیدائش سے مدت مدیدہ پہلے ہو چکی تھی اور حضرت بایزید بسطامی رح نے فیض روحانی روح سیدنا امام جعفر صادق رض جو سیدنا موسیٰ کاظم کے فرزند ہیں ان سے بطریق باطنی لیا، نہ کہ بطریق ظاہر۔ کیونکہ بایزید بسطامی کی پیدائش بعد وفات مدت مدیدہ امام جعفر رض سے ہوئی اور اسی طرح حضرت قاسم رض نے حضرت سلمان فارسی کے روح سے فیض حاصل کیا۔ اور یہ فیض ممکن ہی نہیں ہے بغیر باطنی روحانی کے یہ ظاہر ہوگا۔ جس نے کتب اسماء رجال کی تتبع کی ھے ۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رح بعد وفات بایزید بسطامی پیدا ہوئے فیض بایزید بسطامی رح سے لیا۔ اور خلافت واجازت تو یہ بھی اُن سے ہی حاصل کی ہے۔

بایزید بسطامی کی وفات سنہ ۲۳۴ھ ۱۵ شعبان میں شہر بسطام

میں ہوئی۔ اور وفات ابوالحسن خرقانی رح کی ۴۲۹ھ میں ہوئی۔

★ "خواجہ ابوالحسن خرقانی رح انتساب ایشاں در طریقت و طریق روحانیت و اویسیت بحضرت بایزید است اور خواجہ ابو علی رح قطب الاقطاب عصر بودند ولادت ایشاں در ۴۳۴ھ بود وفات ایشاں در ۵۱۱ھ بوداست۔ استفادہ باطنی بطریق اویسیت از خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ بصورت از سید امیر کلاں تربیت یافتہ و مبنی از روحانیت حضرت عبدالخالق غجدوانی کسب فیوض و برکات نموہند۔"

وفات خواجہ نقشبند ۷۹۱ھ بتائی ہے۔ اور بعض نے ۶۲۲ھ بتائی ہے، اور وفات خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح بسر لغین ۱۵۶۱ھ میں ہوئی۔ یہ تمام فارسی عبارات حضرت خواجہ محمد عثمان رح موسیٰ زئی کے فارسی رسالے سے نقل کیں۔ جس کی تصحیح حضرت مولانا حسین علی وال بھچرنے کی ہے۔ رہی یہ بات کہ فیض اصحاب قبور سے کس نوعیت و کس صورت سے اخذ کیا جاتا ہے؟ یہ بغیر عارفین کاملین کے جو رجال اللہ ہیں سمجھنا محال ہے۔

شعر: ورب صدیق لامنی ودادھا

الم یرھا یوما فیوضح لہ عذری

محبوب کے عشق میں بہت دوستوں نے ملامت کی مجھکو۔ ایک دن میرے محبوب کو دیکھ لیتا، تو میرا عذر واضح و ظاہر ہو جاتا۔

شعر:۔ تا ترا حال نباشد ہمچو ما

حال ما باشد ترا افسانہ پیش

اصل بات یہ ہے کہ رسول ھدیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کمالات نبوت اور رسالت و کمالات اولوالعزمی ظاہری و باطنی رب العلمین نے خلفاء راشدین کو عطا فرما دیے۔ سوائے

نبوت کے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نبوت، رسالت اور چیز ہے۔ کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ رسالت اور چیز ہیں۔ صحابۂ کرام کے بعد یہ تمام کمالات قرنِ اولیٰ میں صرف عمر بن عبد العزیز رض کو خدائے تعالےٰ نے عطا فرمادیے تھے، جیسا کہ فتح الباری میں جز ۲۳۱/۱۳ پر یوں مرقوم ہے۔

الاّ ان یدعی ذالک فی عمر بن عبد العزیز رض وانہ کان قائم بالامر علی راس المائۃ الاولیٰ باتصافہ بجمیع صفات الخیر وتقدمہ فیہا امّا من جاء بعدہ فالشافعی وان کان متصفاً بالصفات الجمیلۃ الاّ انہ لم یکن القائم بامر الجہاد والحکم بالعدل

مگر تمام اوصاف کا عمر بن عبد العزیز رض میں جمع ہونے کا دعوےٰ کیا جا سکتا ہے پس وہ قائم بالامر تھا پہلی صدی کے سر پر اور یہ تمام صفات حمیدہ میں پیش پیش تھے۔ بہر حال آپ کے بعد جو آیا وہ امام شافعی ہیں۔ اگرچہ تمام اوصافِ خیر سے متصف تھے۔ مگر ان کو حکومت ظاہری نہ ملی تھی، کہ جہاد کے حکم اور حکم بالعدل کے ساتھ متصف ہوتے۔

عمر بن عبد العزیز کے پوری تفصیل کے ساتھ حالات دیکھنا مقصود ہو تو حلیۃ الاولیاء جز ۵ ص ۲۵۳ پر دیکھیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام نے نبوت کے دونوں پہلوؤں یعنی ظاہری اور باطنی کو خوب سمجھا۔ پھر عمر بن عبد العزیز کو یہ سعادت ملی۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام باعتبار قالب کے فرشی ہیں۔ اور باعتبار قلب کے عرشی ہیں۔ باعتبار ظاہر کے یعنی قالب کے انسانی بشری اوصاف سے متصف ہیں۔ چونکہ انسانی نسل سے ہیں۔ انسان ہیں۔ اور باعتبار باطن یعنی قلب کے ملائکہ سے تشبیہ رکھتے ہیں۔ ملکی اوصاف کے مالک ہیں۔ مثلاً ملائکہ کا معصوم ہونا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا۔ ملائکہ پر نوم کا غلبہ نہ ہونا۔ نیند نہ کرنا

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر نوم یعنی نیند نہیں آتی۔ نیند سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ ملائکہ کو دیکھنا۔ ملائکہ سے بات چیت کرنا۔ ان سے احکام کا حاصل کرنا جبرئیل سے قرآن پاک لینا۔ پھر دور کرنا۔ باعتبار شخص کے دور کی چیزوں کو دیکھنا وغیرہ اور ملائکہ بامر اللہ کام کرتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اور نسیم الریاض میں علامہ شہاب خفاجی فرماتے ہیں ص ۴۹۱ ج ۲

وان لارواحهم تعلق بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فهم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون فیما یدل علی ان باطنهم ملکی وظاهرهم بشری تنام عیناه ای بتغمیض الاجفان والنوم ظاهر ولا ینام قلبی بصفاء احساسه وتعلقه بالملاء الاعلی۔

ارواح انبیاء علیہم السلام کو عالم علوی عکوی سے بھی تعلق ہے اور عالم سفلی سے بھی تعلق ہے۔ یعنی دوسرے بیان کے تہا نے سے جب وہ دنیا میں ہیں پس وہ باعتبار قلب کے عرشی ہیں۔ اور باعتبار جسم کے فرشی ہیں۔ جو چیز کہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ باطن انبیاء علیہم السلام کا ملکی ہے۔ اور ظاہر ان کا بشری ہے۔ وہ آنکھ میری کا سونا یعنی پلکوں کا بند ہو جانا۔ اور نیند ظاہری ہے۔ اور میرا دل نہیں سوتا اس میں حس باقی ہوتا ہے۔ اور اس کا تعلق ملاء الاعلیٰ سے ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہری، دوسرا باطنی نبی باطنی پہلو سے احکام بذریعہ وحی اور بذریعہ کشف و الہام حاصل کرتا ہے اور انبیاء کا الہام و کشف قطعی ہوتا ہے۔ اور ظاہری پہلو سے مخلوق خدا کو احکام پہنچاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نبوت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی قیامت تک باقی ہے۔ چونکہ آپ خاتم النبیینؐ ہیں۔ لہذا یہ دونوں پہلو نبوت کے بھی باقی ہیں۔ اور ان دونوں پہلوؤں کی بقاء موقوف ہے ان دونوں پہلوؤں کے علماء پر، جو علوم ظاہریہ کے عالم ہوں، اور علوم باطنیہ کے عالم ہوں۔ لہذا علمائے ظواہر کا جس طرح بقاء ضروری ہے جو حامل شریعت ظاہری نبوت کے ہیں، اسی طرح علماء باطن کا بقاء بھی ضروری ہے۔ جو حامل ہیں علوم باطنیہ نبوت کے۔ اس کا انکار یا جاہل بے دین کرے گا، یا عنادی ضدی کرے گا۔ ان سے خدا کی پناہ! اور یہ مسئلہ علماء ظاہریہ و باطنیہ میں متفق علیہ ہے۔ جیسا کہ شرح شفاء قاضی عیاض میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا۔ ج۲ ص۲۱۵ و ج۲ ص۲۱۶

قال صاحب حكمة الاشراق في كتابه لا بد لله تعالى من خليفة في ارضه وانه قد يكون متصرفا ظاهرا فقط كالسلاطين و باطنا كالاقطاب وقد يجمع بين الخلافتين كالخلفاء الراشدين كابي بكرؓ و عمر و عثمان وعمر بن عبد العزيز فقد انكره بعض الجهلة في زماننا۔

فرمایا صاحب حکمت اشراق نے اپنی کتاب میں۔ خدا تعالیٰ کے لئے ضروری ہے۔ خلیفہ زمین میں، وہ خلیفہ کبھی ظاہر ہوتا ہے متصرف فقط جیسا بادشاہ وقت اور کبھی خلیفہ باطن ہوتا ہے۔ جیسا قطب۔ اور جمع بھی کر دیتا ہے دونوں ایک میں۔ جب دونوں خلافتیں ظاہری باطنی، خلفاء راشدینؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ میں جمع کر دی تھیں۔

قال ذو النون المصري النقباء ثلثمائة والنجباء

کہا ذوالنون مصری نے، زمین میں نقباء تین سو ہوتے ہیں۔ اور نجباء

سبعون والبدلاء الاربعون والاخیار سبعة والعمدة اربعة والغوث واحد"
ستر ہوتے ہیں اور ابدال ۴۰ ہیں۔ اور اخیار سات ہوتے ہیں۔ اور عمدہ یعنی قطب چار ہوتے ہیں اور غوث ایک ہوتا ہے

اور اسی کتاب میں پھر فرمایا :۔

اقول بعد عصرہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفة القطب وزرائہ النجباء والنقباء و البدلاء ۔ ان قال وقد ورد التصریح بھؤلاء فی احادیث جمعھا السیوطی فی رسالة مستقلة و من العجیب ان ھذا متفق علیہ بین اھل الشرع والحکماء ولکن ھذا استوا من اسرار دقیق لا یوقف علیہ الا بالکشف نسیم ج ۳ ص ۱۵
فرمایا کہ بعد زمانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے، آپ کا خلیفہ قطب ہے۔ اور قطب کے وزراء نجباء اور نقباء اور ابدال ہیں۔ اور حدیث نبوی میں ان کے نام کی تصریح موجود ہے۔ تمام احادیث کو علامہ سیوطیؒ نے ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے اور عجب بات یہ کہ اس پر تمام اصحاب شرع رسولؐ کا اتفاق ہے مگر سوائے اہل کشف کے دوسرے اس راز پر مطلع نہیں ہوسکتے۔

پھر اسی نسیم الریاض وشرح ملا علی قاری ج ۲ ص ۲۱۶

وقال اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قبض بکت الارض نقالت المی وسیدی بقیت لا یمشی علی نبی الی یوم القیمة فاوحی اللہ تعالے
ملا علی قاری نے فرمایا کہ اس کتاب کو جان لیں کہ جس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عالم برزخ کی طرف منتقل ہوتے تو زمین روئی۔ پس کہا زمین نے۔ اے میرے سردار میں تو اب خالی رہ گئی۔ میرے تیرے پیچھے

ابدال اجعل علی ظہر من هذه الامة من قلوبهم علی قلوب الانبیاء علیهم السلام لا اخلیک منهم الی یوم القیمة

تو قیامت تک کوئی نبی نہ چلے گا۔ سو الہام کیا، خدائے تعالےٰ نے زمین کی طرف کہ میں اس امت سے تیری پشت پر وہ اولیاء اللہ چلاؤں گا جن کے دل انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر ہوں گے۔ اور ان اولیاء اللہ سے قیامت تک خالی نہ چھوڑوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسند امام احمد کے حضرت شریح بن عبید سے مذکور ہے، جو حضرت علی سے بیان کرتے ہیں۔

قال ذکرا هل الشام عند علی وقیل العنهم یا امیر المؤمنین – قال لا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلاً کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلاً یسقی بهم الغیث وینتصر بهم

حضرت شریح حضرت علی سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس شامیوں کا ذکر کیا گیا۔ اور حضرت علی سے کہا گیا کہ شامیوں پر لعنت بھیجیں۔ فرمایا۔ نہیں، کیونکہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ آپ فرماتے تھے۔ ابدال شام میں ہوں گے، اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو خدا تعالےٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے۔ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اُن کی برکت سے دشمن یعنی کفار پر

وينتصر بهم | مسلمانوں کو غلبہ ہوتا ہے۔
علی الاعداء ویصرف | ان کی برکت سے اہل شام سے
عن اہل الشام بہم | دنیاوی عذاب ہٹ جاتا
العذاب | ہے

بلکہ اجرائے فیوض و برکات خود قرآن سے آیت وکان ابوھما صالحاً سے واضح ہے کہ صالح باپ کی برکت سے خداوند تعالٰے نے ان کا مال بچایا۔ محفوظ رکھا۔ اس حدیث کی رُو سے ان کے وجود کی برکات و کمالات تو مخصوص ہیں۔ ان کے وجود کی برکت سے بارش کا ہونا۔ دشمن پر غلبہ ہونا مصائب کا دور ہونا۔ صحت کا ہونا وغیرہ ان کے وجود کی برکات ہیں۔ اور تصرفات امور تکوینیہ میں باذن اللہ یہ نص قرآنی میں حضرت خضرؑ کے قصہ سے ثابت ہے۔ میری اس مفصل تقریر سے اولیاء اللہ کی دو قسمیں ثابت ہوئیں۔ جس طرح حضرات صوفیائے کے مذہب ثابت ہیں:-

۱- ایک وہ حضرات ہیں جن کے متعلق خدمت ارشاد و ہدایت، و تبلیغ دین درس و تدریس و اصلاحِ قلوب و تربیتِ نفوس و تعلیم طریق و قرب الٰہی و قبول عند اللہ۔ اور ان میں سے جو افضل واکمل ہو جس کا فیض اکمل و اتم ہو تو اس کو قطب ارشاد کہتے ہیں۔ اس کو قطب اکبر بھی کہتے ہیں۔ بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ قطب الاقطاب بھی اس کو کہتے ہیں۔

(خاص بات) قطب ارشاد کے لئے ضروری نہیں کہ اس کو بھی اپنے قطب ہونے کا علم ہو۔ ہاں صاحبِ کشف تام ہو تو پھر دربار نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر ضروری نہیں ہے۔ اصل میں یہ محبوب رب العالمین ہوتا ہے، یہ ضروری ہے کہ اس کو بھی اپنی محبوبیت کا

علم ہو۔ محبوبیت خود کوئی عہدہ یا منصب نہیں۔ بلکہ تقرب سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) دوسرے جن کے متعلق و ذمہ خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ، اور دفع مصائب و بلیات ہے۔ کہ ان کی ہمت باطنی سے جو خدا تعالےٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے، باذن اللہ درستی فرماتے ہیں۔ ان میں جو اعلےٰ و اکمل ہستی ہوتی ہے، اس کو قطب مدار، قطبِ تکوین۔ قطبِ عالم بھی کہتے ہیں۔ ان کی حالت مثل ملائکہ جن کو قرآن کریم نے مدبراتِ امر فرمایا ہے۔ اس قطب کو اپنے قطب ہونے کا علم ضروری ہے۔ چونکہ یہ ایک عہدہ اور منصبِ الٰہیہ ہے۔ جس کی ضرورت روزمرہ پیش آتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحب ارشاد۔ دوسرے صاحب تصرف ان کا وجود قیامت تک رہے گا۔ ان کے وجود کی برکات بھی ثابت ہو چکی ہیں۔ ان کا تصرف امور تکوینیہ میں بھی ثابت ہو چکا ہے۔ مگر وہ لوگ بھی دنیا میں آباد ہیں جن کو ان سے ناحق دشمنی و عداوت ہے۔ صالحین اولیاء اور عارفین کا نام سن کر ان کی جھوٹ اکھیڑنے کو تیار ہیں۔ مگر خوب یاد رکھیں۔

شعر: حبِ درویشاں کلید جنت است

دشمن ایشاں سزائے لعنت است

مظہری صفحہ ۱۳۸ ج ۲ ولکن الناس یتسارعون الی الانکار و منہ انکار موسیٰ علیہ السلام علےٰ خضر علیہ السلام۔

لیکن لوگ انکار اولیاء اللہ پر جلدی کرتے ہیں۔ اسی قبیلہ سے ہے انکار حضرت موسےٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام پر۔

پھر اسی مظہری صفحہ ۱۴۶ ج ۱ امام ربانی پر ایک مولوی نے اسی وجہ سے اعتراض کیا تھا امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میں محمد رسول اللہ کی مٹی سے ہوں۔ یعنی اصالۃ اکبر نے کا مدعی ہے۔ اصالۃ الکبریٰ صوفیاء کی اصطلاح میں نبی کی مٹی سے ہونا

واعترض من الك الدعوی رضی الله عنه بعض الناس اما جهلاً واما عناداً فویلٌ لمن عاند اولیاء الله ولم یذهب علی حسن الظن فی شانهم

بعض آدمیوں نے مجدد صاحب کے اس دعوے پر یا بوجہ جہالت کے یا بوجہ ضد و عناد کے۔ پس خرابی ہے اس شخص کے لئے جو ان سے حسن ظن نہیں رکھتا۔

اور ملا علی القاری نے شرح شفاء میں فرمایا۔

وقد انکر بعض الجهلة فی زماننا الخ

انکار کیا بعض جہلا نے ہمارے زمانے میں

اور روض الریاحین ص۸ پر امام یافعی نے فرمایا۔

اقل عقوبة المنکر علی الصالحین ان یحرم برکتهم ویخشی علیه سوء الخاتمة نعوذ بالله من سوء الخاتمة

کم از کم عذاب جو انکار صالحین کی وجہ سے ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے فیض سے محرومی۔ اور ان کی برکات سے محرومی اور پھر سوء خاتمہ کا بھی ڈر ہے۔ سوء خاتمہ سے اللہ کی پناہ

مکتوبات نسیم الریاض ص۱۶۷ ج۲

عن عائشه رضی الله تعالٰی عنها مرفوعاً فقالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تذهب الامة حتی یلعن اخرها اولها وادخل بعضهم فی هذا مناحب بعض الاولیاء و علماء السلف وذکرهم بالسوء وافتری علیهم

مرفوع حدیث اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری امت دنیا سے نہ جائے گی یہاں تک کہ ان میں سے بعد میں آنے والے اپنے پیشرووں پر لعنت کریں گے۔ اور بعض علماء نے اس میں داخل کیا ہے اس شخص کو بھی جو اولیاء اللہ کو برا بھلا کہے گا۔ اور علماء سلف صالحین کو برائی سے یاد

مالم يقولوها شاهدنا من بعض السفهاء يسبون العارف بالله ۔ سيدي محي الدين بن عربي وسيدي عمر بن الفارض ونحوهما من الاولياء الله تعالى حتى صنف بعضهم تصانيف في الرد عليهم ومقامهم اعلى من ذالك والاشتغال بمثل هذا تضييع للزمان تسويد بوجوه الاوراق ويخشى على متصدي لذالك من سوء الخاتمة نفعنا الله بهم وببركاتهم وحشرنا في زمرتهم ۔

کریگا اور ان پر افترا اور جھوٹ گھڑے گا۔ انہوں نے کہا تھا جیسا ہم نے دیکھا ہے کہ بعض بے دین - بے وقوف (لوگ) ولی اللہ محی الدین بن عربی اور عارف کامل سید عمر بن فارض اور ان کے امثال کو گالیاں دیتے ہیں۔ یعنی اور دوسرے اولیاء اللہ کو بھی — حتیٰ کہ بعض بے دین علماء نے ان کے رد میں کتابیں بھی لکھ رکھی ہیں حالانکہ ان اولیاء اللہ کی شان بہت بلند ھے۔ ان کی گستاخیوں سے اور ان بے وقوف علماء کے رد میں مشغول ہونا تضیع اوقات کرنا ہے۔ اور کاغذ سیاہ کرنے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سوئے خاتمہ کا ڈر ھے۔ خدا تعالیٰ ان اولیاء اللہ کے وجود سے اور ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے۔ اور قیامت کے دن ان کی جماعت میں اٹھائے۔

نوٹ: جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب وشتم کرنے والے اس حدیث سے ثابت ہے کہ ملعون ہیں۔ اسی طرح سب اولیاء اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کرنے والے بھی ملعون ہوئے۔

★

اولیاء اللہ کی مخالفت

اولیاء اللہ کے خلاف فتوے دینا، یا ان کی مخالفت کرنا، یا ان کو برا کہنا، یا ان
پر اعتراض کرنا، یا ان کی ہستی یا ان کے کمال کا یا ان کے وجود کی برکات کا یا ان کے
باذن اللہ تصرفات امور تکوینیہ کا انکار کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو بوجہ جہالت کے،
کرتے ہیں کہ علوم صوفیہ سے بے علم ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ یہ خلاف
شرع ہے۔ خواہ وہ حقیقت میں عین ثواب و مطابق شریعت ہی ہو۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جو کچھ کیا تھا عین ثواب تھا۔ اور حق تھا باذن اللہ
تھا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام پر انکار
کر کے ترک فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جب انبیاء میں سے بعض کو یہ علم نہ دیا گیا تھا
تو دوسرے عوام کا کیا حال ہوگا؟

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی نے الرفع والتکمیل کے ص ۲۸، ۱۹۹ پر اس
تعصب کی بڑی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

ومن ذالک جرح الذہبی
فی میزانہ وسیر النبلاء
وغیرہما من تالیفاتہ فی کثیر
من الصوفیۃ واولیاء الامۃ۔
وذالک لما علم من
عادۃ الذہبی تجردہ
عن اشعۃ انوار التصوف
والعلم الوہبی الطعن
علی اکابر الصوفیۃ

امام ذہبی نے میزان وسیر النبلاء
میں اور ان کے علاوہ دوسری تصنیفات
میں اکثر صوفیہ اور اولیاء اللہ پر جرح
کی ہے۔

پھر فرمایا۔ یہ جرح اس وجہ سے کی کہ
امام ذہبی کا دل خالی ہے انوار تصوف
اور علم وہبی لدنی سے۔ اس لئے ایسا
کرنا امام ذہبی کی عادت ہوگئی ہے
طعن کرتا ہے اکابر صوفیہ پر۔ یعنی اولیاء

اللہ پر طعن کرنا اُس کی عادت ہو چکی ہے۔

اسی کتاب میں ص ۱۳۵۔ مع

ان الحافظ الذھبی کان من اشد المنکرین علی الشیخ ای محی الدین بن العربی وعلی طائفۃ الصوفیہ ھو وابن تیمیہ۔

اور باوجودیکہ حافظ ذھبی سخت معترض تھا شیخ عارف کامل ولی اللہ محی الدین ابن عربی اور جماعت صوفیہ پر، علامہ ذھبی اور علامہ ابن تیمیہ سخت معترض تھے۔

پھر ص ۱۳۱ پر۔

وقد وصل من الذھبی التعصب المفرط الی حد یستحی منہ وانا اخشی علیہم من غالب علماء المسلمین وائمتھم الذین حملوا الشریعۃ النبویۃ فان غالبھم اشاعرۃ وھو اذا وقع باشعری لایبقی ولا یذر الذی اعتقدہ انھم خصماءہ یوم القیامۃ

اور تحقیق امام عبدالحی فرماتے ہیں صوفیہ کے حق میں تعصب، عناد اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ حیا کیا جاتا ہے اس کے بیان سے، اور میں خوف کرتا ہوں علماء مسلمین اور آئمہ دین سے، وہ آئمہ دین جنہوں نے شریعت محمدیہ کا بوجھ اُٹھایا۔ غالب ان میں سے اشاعرہ ہیں، اور امام ذھبی نے جب امام اشعری کو نہیں چھوڑا، تو پھر یہ کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ اور نہ ہی چھوڑے گا۔ اور وہ چیز کہ جس کا میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ تحقیق یہ علماء دین اور آئمہ دین میدان قیامت میں ذھبی کے دشمن ہوں گے۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تعصب میں عناد، ضد اور لاعلمی دونوں ظاہر ہیں۔ جو شخص اس نور سے منور القلب نہ ہو تو دوسرے صاحب بصیرت حضرات پر

اعتراض کرتا ہے۔ اگر بوجہ عدم بصیرت کے اس کا حق یہ تھا کہ کتب بینی میں اس علم سے اندھا ہوں نہ کہ بوجہ اندھاپن کے انکار کرتا۔ چہ جائیکہ بوجہ نہ سمجھی کے اعتراض کرتا۔

دوسری وجہ انکار کی محض عناد و ضد ہے۔ یا حسد علماء امت پر حسد ہے۔ جس کا علاج ہی محال ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے، جو یہ کہے کہ فلاں شخص کو خدا نے یہ علم دیا ہے اور ہمیں کیوں نہیں دیا۔ لہذا علم کا بھی انکار کر بیٹھے۔ اور لوگوں کی زبان سے محفوظ رہنا محال ہے۔ حسد کی آگ ان کے دل میں ہمیشہ جلتی رہے گی۔

فتح الملہم ج ۱:-

ان موسیٰ علیہ السلام
قال یا رب اقطع عنی السنۃ
بنی اسرائیل فاوحیٰ الیہ
تعالیٰ۔ یا موسیٰ لم اقطعھا
عن نفسی فکیف
اقطعھا عنک۔ اشعار
لست بناج من مقالۃ طاعن
ولو کنت فی غار علی جبل وعر
الا قل لمن ظل لی حاسدا
اتدری علی من اسأت الادب
اسأت علی اللہ فی فعلہ
لانک لم ترض لی ما وھب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ
بار خدایا مجھ سے بنی اسرائیل کی زبان
بند کر دے۔ کہ میں اُن کی زبان سے
محفوظ رہوں۔ وحی آئی کہ جب میں نے
اُن کی زبانیں اپنی مخالفت میں بند
نہیں کیں تو تیرے لیے کیسے بند کر دوں؟
شعر۔ میں طعن کرنیوالوں کے طعن سے نہ بچ
سکا۔ اگرچہ میں کسی سخت پہاڑ کی غار
میں ہوں۔ خبردار ہو وہ شخص جو میرا
حاسد ہے کیا تو جانتا ہے کہ کس کی بے ادبی
کر رہا ہے۔ یہ بے ادبی حسد کی شانِ احدیت کی
نہیں ہے۔ گویا خدا نے جو اس نے ہم کو
یہ انعام دیا ہے راضی نہیں ہے۔ گویا
حاسد معاند خدا پر بھی راضی نہیں ہوتا۔

مشہور بات ہے کہ کوئی جاہل عالم کے علم کی انتہا کو نہیں سمجھ سکتا۔ عالم کے علم کو عالم ہی سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح ہر فن والے کو اسی فن کا ماہر سمجھ سکتا ہے یہی حالت ہے ولی کی کہ اس کو کامل ولی ہی سمجھ سکتا ہے۔

علامہ شعرانی لواقع الانوار ص ج۔ ا میں فرماتے ہیں۔

ان الولی لا یعرف صفاته الا الاولیاء فمن این لغیر الولی نفی الولایته عن انسان ماذاك الا محض تعصب کما ترى فی زماننا هذا من انکار ابن تیمیه علینا و علی اخواننا من العارفین فاحذر یا اخی ممن کان هذا وصفه و فر من مجالسته فرارك من السبع الضاری۔

محقق بات ہے کہ ولی اللہ کی صفات کو اور ذات کو ولی اللہ ہی پہچان سکتا ہے۔ اور کہاں سے غیر ولی اللہ ولی اللہ کی نفی کرتا ہے یا طعن کرتا ہے۔ یہ نفی طعن تعصب محض کے سوا کچھ نہیں جیسا تو دیکھتا ہے، اس ہمارے زمانہ میں ابن تیمیہ کا انکار کرنا ہم پر اور دوسرے ہمارے بھائی عارفین پر۔ پس اے بھائی تو اس شخص سے اور اس کی مجلس سے اور وعظ سے تو بھاگ۔ جس کی یہ حالت ہو کہ اولیاء اللہ پر طعن کرتا ہو اسے اس طرح بھاگ جس طرح انسان درندہ پھاڑنے والے سے بھاگتا ہے۔

گویا ایسے لوگ جو صلحائے اُمت پر طعن کریں، جیسا آج صحابہ کرام پر یا سابقہ علماء پر اور اولیاء اللہ پر کر رہے ہیں۔ یہ بھی درندوں سے کم نہیں۔

اسی تعصب و عناد کی بناء پر علمائے سوء اور مفقود البصیرت صاحبان نے اولیاء اللہ کو قسم قسم کی ایذائیں پہنچائیں۔

اولیاء اللہ کی مخالفت پر کوڑوں کی سزا

نسیم الریاض صفحہ ۴۹۴ - ج ۴ پر۔

۱- وقد رائے بعض المشائخ الغزالی من یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشکو من شخص طعن فیہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضربہ بالسیاط فانتبہ وبہ اثر ضرب والمہ	اور بعض مشائخ نے حضرت امام غزالیؒ کو دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر اس آدمی کا شکوہ کر رہے ہیں۔ جس نے امام غزالیؒ پر طعن کئے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طاعن کو کوڑے مارنے کا حکم دیدیا پس وہ مضروب بیدار ہوا تو کوڑوں کا اثر اُس کے بدن پر تھا۔ اور درد بھی تھا۔

۲- طبقات الکبریٰ صفحہ ۱۰، جلد ۱

وافتوا بتکفیر الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ واحرقوا کتابہ الاحیا ثم نصرہ اللہ تعالیٰ علیہم وکتبوہ بماء الذہب وکان من جملۃ من ذکر علی الغزالی وافتی بتحریق کتابہ القاضی عیاض وابن رشد فلما ابلغ الغزالی	اور علماء نے کفر کا فتوےٰ امام غزالیؒ پر دیا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاحیاء العلوم بھی جلا ڈالی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر امام غزالیؒ کو قبضہ دیا۔ اور انہوں نے یہ کتاب احیاء العلوم سونے کے پانی سے لکھی۔ امام غزالیؒ کے خلاف فتوےٰ کفر دینے اور کتاب احیاء العلوم کو جلانے کا حکم دینے والوں میں سے قاضی عیاض اور علامہ ابن رشد تھے۔ اور امام غزالیؒ کو جب علم ہوا تو

ذالك دعائه على القاضي فمات فجأة في الحمام يوم الدعاء عليه

قاضی عیاض کے لئے بددعا کی۔ اور قاضی حمام میں اسی دعا کے دن مر گیا۔

اس واقعہ کی پوری تفصیل امام یافعی نے اپنی کتاب حکایات المعتقد کے ص۲۲۲ اور مراۃ الجنان کے ص۲۲۵ میں یوں بیان فرمائی ہے:-

۳- لما وقف ابو الحسن بن حرزم المعروف بين الناس ابن حرازم على كتاب الاحياء نظر فيه و تامله ثم قال هذا بدعة مخالفة للسنة وكان مطاعا في جميع الناس والبلاد اي بلاد المغرب فامر باحضار كل ما فيها من نسخ الاحياء و طلب من السلطان ان يلزم الناس ذالك فارسل السلطان الى جميع النواحي ونودي فيها لعنة الله على من عنده شئ من الكتاب الاحياء ولا يحضره فاحضر الناس ما عندهم من ذالك

اور جب کتاب احیاء العلوم پر ابو الحسن بن حرزم جو لوگوں میں ابن حرازم سے مشہور تھا، واقفیت پائی تو اس میں نظر کی۔ اور غور کیا تو کہا یہ کتاب بدعت ہے یعنی بدعات سے بھری ہوئی ہے۔ خلاف سنت ہے۔ اور یہ علامہ ابن حرازم لوگوں میں یعنی مغربی شہروں میں مسلم ہستی تھی۔ اپنے تمام نسخہ احیاء العلوم کے حاضر کرنے کا حکم دے دیا۔ اور بادشاہ وقت کو کہا کر لوگوں پہ یہ حکم لازم کر دے احیاء العلوم کو حاضر و جمع کرنے کا۔ اور بادشاہ نے تمام علاقوں اور شہروں میں منادی کرا دی کہ اس شخص پہ خدا کی لعنت ہو جس کے پاس احیاء العلوم کے نسخے موجود ہوں اور وہ پیش نہ کرے۔ اور لوگوں نے احیاء العلوم کو جمع کر کے پیش کر دیا۔ اور فقہاء اور علماء نے احیاء العلوم کو دیکھا اور اس پر متفق ہو گئے کہ یہ کتاب جلائی جائے۔

واجتمع الفقهاء وتمنظروا
فیه ثم اجمعوا علے
احراقه یوم الجمعة
وکان اجتماعهم لیوم
الخمیس فلما کانت
لیلة الجمعة رای ابوالحسن
المذکور فی المنام کانه
دخل من باب الجامع
الذی عادته ان یدخل
منه فرای فی رکن المسجد
نوراً فاذا بالنبی صلے
الله علیه وسلم وابی
بکر وعمر رضی الله عنهما
جلوس والامام ابوحامد
الغزالی قائم وبیده
کتاب الاحیاء العلوم
فقال یا رسول الله صلی
الله علیه وسلم هذا
خصمی ثم جثا علے
رکبتیه وزحف علیهما
الی ان وصل النبی صلی الله
علیه وسلم فناوله

یہ اجتماع ان کا جمعرات کے دن ہوا تھا
اور جمعہ کی رات کو ابوالحسن نے خواب
میں دیکھا۔ وہ اِس دروازہ مسجد سے
داخل ہوا، جس سے وہ ہمیشہ ہوتا تھا
بس دیکھا کہ مسجد کے ایک رکن میں
نور اچانک نظر آیا۔ دیکھا کہ حضور
انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ حضرت
صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین
کے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور امام غزالی
رسولِ خدا کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور
کتاب احیاء العلوم ان کے ہاتھ میں ہے
پھر امام غزالی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ
یہ شخص میرا دشمن ہے۔ پھر زانو کے بل
چل کر حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے، اور
کتاب احیاء العلوم رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہاتھ میں پکڑا دی، اور عرض
کی، یہ کتاب ہے، یا رسول اللہ! اس میں
آپ نظر فرمائیں۔ اگر یہ بدعت
اور مخالف سنت ہے، جیسے میرے
دشمن کا خیال ہے تو میں توبہ کر لوں
خدا کی بارگاہ میں۔ اگر یہ کتاب اچھی
ہے، اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں،

كتابه الاحياء وقال يا
رسول الله انظرنيه فان
كانت بدعة مخالفةً
لسنتك كما زعم تبت
الى الله تعالى وان كان
شيئٌ تستحسنه فحملَ
لى من بركتك فانصفنى
من خصمى فنظرنيه
صلى الله عليه وسلم ورقة
ورقة الى آخره ثمّ
قالَ والله انّ هذا شيئٌ
حسنٌ ثم ناوله ابا بكرٍ
نظرنيه كذالك ثمّ
قال نعم والذى بعثك
بالحق يا رسول الله شيئ
لحسنٌ ثم ناوله عمر
فنظرنيه كذالك ثمّ
قالَ كما قال ابو بكر
رضى الله تعالى عنهما
فامر رسول الله صلى
الله عليه وسلم بتجريد
ابى الحسن من ثيابه۔

اور جو کچھ میں نے لکھا ہے آپ کی برکت
سے لکھا ہے۔ آپ کی برکت سے
لکھا ہے۔ تو پس انصاف کیجئے
میرے دشمن سے۔ پس نظر کی
حضور ؐ نے اس کتاب میں ورق
ورق کر کے۔ پھر فرمایا۔ "خدا
کی قسم! یہ تو بہت اچھی ہے۔"
پھر پکڑا اس کتاب کو ابوبکر صدیق رضی
پھر نظر کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے بھی اسی طرح اور فرمایا صدیق رضی
اللہ عنہ نے — "قسم ہے اُس ذات
کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے
یہ کتاب البتہ اچھی ہے" پھر دے دی
فاروق اعظم رضی کو۔ پس فاروق رضی
اللہ عنہ نے نظر کی۔ اسی طریقہ سے
پھر فرمایا جو کچھ ابوبکر صدیق رضی نے
فرمایا تھا۔ پھر حکم دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ ابوالحسن کے کپڑے اُتارنے کا، پھر
حد جاری جھوٹے کی، پھر سفارش کی ابوبکر رضی
اللہ عنہ نے پانچ کوڑوں کے بعد اور عرض
کی یا رسول اللہ اُس نے جو کچھ کیا ہے،
آپ کی سنت کی تعظیم کے لئے کیا ہے۔

فضربه حد المفتری ثم شفع ابو بکر فیه بعد خمسة اسواط وقال یا رسول الله انما فعل اجتهاداً فی سنتك و تعظیماً فغفر له ابو حامد الغزالی عند ذالك فلما استیقظ من منامه واصبح اعلم اصحابه ماجری له ومکث قریباً من شهر یتوجع من ذالك الضرب ثم نظر بعد ذالك فی الاحیاء فرآه ذوی آخر وفهمه فهماً آخر خلاف الفهم الاول فرآه موافقاً للکتاب والسنة قلت وقد اخبرنی به الشیخ شهاب الدین بن الملیك شاذلی وقال انه مات واثر السیاط ظاهر علی

اجتهاداً اور کیا ہے۔ پھر معاف کر دیا اس کو امام غزالی نے اس وقت اور جب ابوالحسن نیند سے بیدار ہوا، اور صبح اپنے تمام ساتھیوں کو جو کچھ اس پر گزرا بتایا۔ اور ایک ماہ تک اس ضرب کا اس کو درد محسوس ہوتا تھا پھر نظر کی بعد اس کے احیاء میں۔ پس دیکھا اس کو دیکھنا دوسری طرح۔ اور سمجھا اس کو سمجھنا پہلے کے خلاف، پس پایا اس کو موافق کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق خبر دی اس بات کی شیخ شہاب الدین بن جلیک شاذلی نے کہ مرا جب وہ، مرا ابوالحسن، کوڑوں کے نشان اس کے جسم پر موجود تھے،

نوٹ:۔ یہ سوال نہ کیا جائے "یہ واقعہ خواب کا ہے۔ اور خواب پر کسی مسئلہ کی بنیاد رکھنی ٹھیک نہیں۔

الجواب:۔ ہم صرف خواب پر اس کی بنیاد نہیں رکھ رہے۔ بلکہ ہمارے استدلال کی بنیاد، واقعہ کی بنیاد اِن کوڑوں کے نشانات پر ہے۔ جو موت تک اس کے بدن پر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ جو سزا اسے خواب میں دی گئی تھی، وہ حقیقت پر مبنی تھی۔ اگر صرف خواب ہی ہوتی تو نشانات کوڑوں کے اس کے بدن پر ہوتے۔ اور نہ ہی تائب ہوتا۔ بلکہ احیاء العلوم کو جلا دیتا۔

طبقات الکبریٰ شعرانی جلد اول صفحہ نمبر ۱۵

بایزید بسطامی تاج الاولیاء کو علامہ حسین بن عیسےٰ مدرس بسطام نے سات بار

فتوٰے لگا کر بسطام سے نکالا۔ ان کی موت کے بعد بایزید بسطامی بسطام میں واپس آئے تھے۔

۴۔ اِنَّ اَبا یزید البسطامی رحمۃ اللّٰہ علیہ انھم نفوہ من بلدہ سبع مرّاتٍ فاتفق لما رجع الی بسطام من سفرہ وتکلم بعلوم لا عھد لاھل بلدہ بہا من مقامات الانبیاء والاولیاء وانکر ذالک الحسن بن عیسٰی لبطامی امام ناحیتہ والمدرس بہا فی علوم الظاھر وامر اھل بلدہ ان یخرجوا بایزید من بسطام فاخرجوہ ولم یعد الیہا الا بعد موت حسین المذکور ویقولون ھذا یظھر الاسلام ویخفی الکفر ولھذا یومونہ بالزندقۃ؟

تحقیق بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بسطام والوں نے سات مرتبہ اپنے شہر سے نکالا تھا۔ کیونکہ جب وہ سفر سے لوٹ کر اپنے شہر بسطام میں آئے۔ اور ایسے علوم میں کلام کی جن کا تعلق انبیاء و اولیاء کے مقامات سے تھا۔ اور لوگوں کے فہم سے بالاتر تھے۔ سو اس پر انکار کیا، علامہ حسین بن عیسٰے نے، جو امام تھا اس علاقے کا، اور علوم ظاہریہ کا۔ بسطام میں مدرس تھا۔ اُس نے بسطامیوں کو حکم دیا کہ بایزید کو بسطام سے نکال دو۔ پس انہوں نے نکال دیا۔ اور بایزید بسطام میں حسین بن عیسٰی کی موت کے بعد لوٹے تھے۔ اور بسطامی کہتے تھے کہ یہ اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور کفر کو دل میں چھپاتا ہے۔ اس لئے اس پر زندیق کا فتوٰے دیا تھا۔

فائدہ: یہ ہے وہ سلوک جو علوم باطنی سے ناواقف عالم ظاہر نے شہرۂ آفاق ولی اللہ جس کو تاج الاولیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، کے ساتھ کیا۔ بتاؤ اس پر کفر اور زندقہ کا فتوٰے دینے میں حسین بن عیسٰی حق بجانب تھا؟ (نہیں)

کیا حسین بن عیسیٰ نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے وہ سلوک نہیں کیا جو قریش مکہ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کیا تھا۔ کیا یہ وہی بایزید بسطامیؒ ہیں جن سے اولیاء اللہ نے روحانی فیض بھی حاصل کیا تھا۔ یا یہ کوئی اور ہیں اور جن پر حسین بن عیسیٰ نے فتوے دیا تھا، وہ کوئی اور بایزید تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حسین بن عیسےٰ حق بجانب تھا یا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ — ؟ ظاہر ہے کہ ان دو میں بایزید بسطامی حق پر تھے، اور حسین بن عیسےٰ کا فتوےٰ محض ضد وعناد پر مبنی تھا ؟ یا بوجہ لاعلمی تصوّف کی بناء پر تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ محض جہالت علوم باطنی کی بناء پر تھا؟

فیصلہ: لامحالہ کچھ فیصلہ کرنا پڑے گا، اور دانشمندانہ فیصلہ یہ ہے، کہ دونوں کو صحیح کہتے ہوئے ایک کو معذور سمجھیں، کیونکہ حسین بن عیسےٰ نے اپنے ظاہری علم کی بناء پر فتوےٰ دیا تھا، اور علوم باطنی سے واقف نہ تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری علوم رکھنے والے صوفیاء کے علم سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ لہذا ہر ظاہری علم رکھنے والے کو صوفیاء کے خلاف فتوے دینے میں معذور سمجھیں گے۔

اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ ہر کشف والہام پر کتاب اللہ و سنت رسول سے حجت طلب کرنا غلط ہے۔ کیونکہ کشف والہام فی نفسہ تو قرآن سے ثابت ہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ کشف والہام قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں۔

۳۔ طبقات شعرانی ص۲ ج اور مراۃ الجنان امام یافعی ص۱۴۴

واخرجوا ابا الحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ من بلاد المغرب بجماعتہ ثم کاتبوا نائب الاسکندریۃ فانہ

اور حضرت ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو مع ان کی جماعت کے مغربی شہروں کی طرف نکال دیا گیا، اور اسکندریہ کے گورنر کو لکھا گیا کہ عنقریب اسکندریہ میں ایک

سیقدم علیکم مغربی زندیق
واخرجناہ من بلادنا فاحذر
من الاجتماع علیہ فجاء الشیخ
الی الاسکندریۃ فوجد اھلھا
کلھم یسبونہ ثم
وشوا بہ الی السلطان
ولم یزل فی الاذی۔ حتی
حج بالناس فی سنۃ
کان الحج قد قطع من
کثرۃ القطاع فی الطریقۃ
فاعتقدہ الناس۔

کافر زندیق آئے گا جس کو ہم نے اپنے
شہروں سے نکال دیا ہے۔ اپنے لوگوں
کو اس سے ڈرانا اور اس کے پاس
جانے نہ دینا۔ پس شیخ رحمۃ اللہ علیہ
سکندریہ میں آئے تو تمام شہری آپ
کو گالیاں دینے لگے۔ سب کے سب
شہنشاہ کے جاسوس بن گئے۔ اور شیخ
رحمۃ اللہ کے لئے مستقل تکلیف و ایذا کا
موجب بن گئے۔ حتی کہ شیخ نے حج ادا فرمایا
بمع جماعت ان سالوں میں، جب حج
بالکل ختم ہو چکا تھا — بوجہ ڈاکوؤں اور
چوروں کے —! آخر کار لوگ معتقد
ہو گئے۔

الیواقیت الجواھر ص ۶۸ ج ۱۔

وان اراد احدکم
ان یعرف ھذہ المسئلۃ
ذوقاً فلیسلم قیادتہ
لی اخرجہ عن وظائفہ
وثیابہ ومالہ
واولادہ وادخلہ
الخلوۃ وامنعہ النوم
واکل الشھوات وانا ضمن

اور اگر ارادہ کرے تم میں سے کوئی کہ اس
مسئلہ معیت و عندیت باری کو سمجھے
ذوقاً تو وہ اپنی قیادت میرے سپرد
کر دے۔ میں اس کو دنیاوی کاروبار
سے، کپڑوں سے، اولاد سے نکال لوں
گا۔ اور تخلیہ اور خلوت میں داخل کروں
گا۔ نیند سے دور کروں گا۔ لذیذ کھانوں
سے دور کر دوں گا۔ اور میں ضامن ہو

لم يصل احد الى علم هذه المسئلة ذوقاً و كشفاً

(اس مسئلہ کے علم تک پہنچا دوں گا ذوقاً اور کشفاً۔ مگر ایک شخص نے بھی جرأت نہ کی پاس تعلیم کے حاصل کرنے کی۔)

فائدہ

سید ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ شیخ ہیں سلسلہ شاذلیہ کے، اور پیر، مرشد ہیں علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کے۔ جن کو سینکڑوں بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور جب ۹۶۵ھ میں جامع ازھر میں حنفیوں اور شافعیوں کے مابین مناظرہ ہوا۔ جیسا الیواقیت والجواہر میں علامہ شعرانی نے نقل کیا ہے ص۹۶ ج ۱۔ علامہ بدرالدین علائی حنفی معیت باری تعالےٰ کے متعلق فرماتے تھے کہ "انسان و مخلوق سے باعتبار علم کے قریب ہے۔" اور علامہ ابراھیم مواہبی شاذلی فرماتے تھے "معیت باری باعتبار ذات سے ہے۔ جب حضرت شاذلی رحمتہ اللہ علیہ داخل ہوئے تو فرمایا۔ آپ لوگ اس مسئلہ کو دلیل سمعی سے سُننا چاہتے ہیں اور سمجھنا چاہتے ہیں یا دلیل ذوقی سے؟ سب نے کہا۔ دلیل سمعی سے۔ آپ نے اس پر تقریر فرمائی۔ جس سے دُنیا حیران ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ جو شخص اس مسئلہ کو ذوقاً معلوم کرنا چاہے تو میرے ہاتھ میں اپنا اختیار دے دے۔ میری صحبت کو اختیار کرے، میں انشاء اللہ تعالےٰ دکھا دوں گا کہ خداوند تعالےٰ کی ذات مخلوق سے کس طرح قریب ہے۔ مگر ایک آدمی نے بھی جرأت نہ کی۔ علم باطنی کے حصول کی ایسی ہستی پر بھی فتوے لگایا گیا تھا:

طبقات الکبریٰ شعرانی ص۱۴۰ ج ۱۔ اور مرآت الجنان امام یافعی ص۴۰۹

سید احمد رفاعی و رموا الشیخ احمد ابن رفاعی بزندقۃ والالحاد وتحلیل المحرمات۔

(غوث وقت سید احمد رفاعی پر فتوی لگایا گیا کہ یہ زندیق ہے۔ اور حلال کو حرام کہتا ہے۔)

طبقات الشعرانی صفحہ ۱۴۳ جلد ۱۔

کتب الشیخ ابراهیم العبنی کتابًا
الی سید احمد رفاعی بحط الیه
فیه فقال سید احمد رضی اللہ عنہ
للرسول اقرأه فاذا فیه اعور
ای ای دجال ای مبتدع
یا من جمع بین الرجال
والنساء حتی ذکرا لکلب
الی ان فرغ الرسول من قرائته قال
سید احمد للرسول۔ اکتب الیه الجواب
فلما وصل الکتاب والی الهیثم هام
علی وجهه فما عرفوا این ذهب

اور ابراہیم العبنی نے سید احمد رفاعی کو خط لکھا۔
سید احمد رفاعی نے قاصد کو فرمایا۔ اس خط کو پڑھ، جب پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ اے دجال۔ کانے۔ بدعتی۔ عورتوں اور مردوں کو جمع کرنے والے۔ اے گتیا۔ کتے کے بچے۔ پھر سید احمد رفاعیؒ نے قاصد سے جواب لکھوایا۔ جب وہ خط شیخ ابراہیم کے پاس پہنچا۔ تو منہ کے بل گرا۔ پھر پتہ نہ چلا کہ علامہ ابراہیم کہاں گیا۔ یعنی نمریاں ہو کر گم ہو گیا۔

۵۔ طبقات شعرانی صفحہ ۱۴۲ جلد ۱۔

ومنهم الشیخ محمد بن
ابی جمرة رضی اللہ عنہ وکان
رضی اللہ عنہ کبیر الشان،
مقبوض الظاهر
معمور الباطن غلبت علیه
صفت الجلال کان معظمًا
للشرع تابعًا لشریعته
وشعائره وانکروا
علیه فی دعواه رویته

ان اولیاء میں سے شیخ ولی اللہ۔ محمد بن ابی جمرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ یہ بہت بڑی شان والے ولی اللہ تھے۔ ظاہری شریعت کے سخت پابند تھے۔ اور علوم باطنیہ سے ان کا باطن مزین تھا۔ ان پر اوصاف جلالیہ کا رنگ غالب اور شریعت کی بے حد تعظیم کرتے تھے اور احکام شرعی کے بجا لانے پر قائم تھے، انہوں نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں دیدار کرتا ہوں۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقظہ فعقدوا لہ مجلسا فاقام فی بیتہ لا یخرج الا للصلوٰۃ الجمعہ

علماء نے ان پر انکار کیا۔ اجماع کی مخالفت پر ایک مجلس قائم کی جس میں ہمیشہ ان کی تردید کی جاتی تھی۔ اور یہ گھر سے نہ نکلتے سوائے نماز جمعہ کے۔

حضرت محمد ابن ابی جمرہ اور ہستی ہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ اور ہیں جن کا ذکر آرہا ہے۔

علامہ شعرانی نے طبقات اکبری ص۱۶ پر نقل کیا ہے:۔

منھم عبداللہ بن ابی جمرۃ عقد والہ مجلسا آنی الرد الیہ حین قال انا اجتمع للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقظۃ" فلزم بیتہ فلم یخرج الا الجمعۃ حتی مات

ان اولیاء اللہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ بھی ہیں، جن کے لئے علماء ظواہر نے ایک مجلس قائم کی تھی۔ جس میں ان پر ہر روز ان کے خلاف تقریر کی جاتی تھی کہ یہ کہتا ہے کہ یہ کہتا ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حالت بیداری میں کرتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ آپ کی مجلس میں حالت بیداری میں مستفید ہوں۔ پس لازم پکڑ لیا، انہوں نے اپنے گھر کو صرف جمعہ کے دن نکلتے تھے۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔

فائدہ: یہ ثقہ عالم اور محدث ہے۔ جس نے بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔ جس سے جا بجا علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اخذ کرتا ہے۔

یہ فتوے محض علم سلوک سے جہالت کی بنیاد پر دیا گیا۔ اور عناد اور ضد اور حسد کی بناء پر، دیا گیا حالانکہ تصوف کے منازل میں فنافی الرسول ؐ ایک ادنےٰ منزل ہے صوفیوں کے نزدیک۔ اور جس شخص کو فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ ان میں اکثر کو زیارت رسول ؐ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوتی رہتی ہے۔ جس کو شبہ ہو وہ کچھ مدت کے لئے ہمارے پاس آجائے۔ شرط یہ کہ خلوص سے آئے۔ اور رضائے الٰہی ہی مقصد ہو۔ میں شرائط تصوف کی پابندی کراؤں گا۔ اور کچھ مدت کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دوں گا۔ ابھی میں زندہ ہوں جس کا جی چاہے آجائے۔ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے کہ جو دعوئے کرے کہ مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بیداری میں ہوتی ہے اُس پر فتوے لگا دیا جائے۔ کیا وہ فتوے کا مستحق ہے یا مبارک بادی کا مستحق ہے؟

طبقات الکبریٰ میں علامہ شعرانی نے حکیم ترمذی کا حال یوں نقل کیا ہے:۔

وَاَخرجوا الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ الیٰ بلخ۔ حین صنف کتاب علل الشریعۃ وکتاب ختم الاولیاء۔ وانکروا علیہ بسبب ھٰذین الکتابین وقالوا فضلۃ الاولیاء علی الانبیاء واغلظوا علیہ فجمع کتبہٗ فجمع کتبہٗ کلّھا وَالقھا فی البحر۔ فابتلعتھا سمکۃ سنین ثم لفظھا۔ وانتفع النّاس بھا۔

علامہ عارف باللہ حکیم ترمذی کو علماء کے حکم سے بلخ کی طرف نکالا گیا جب آپ نے کتاب علل الشریعت اور کتاب ختم الاولیاء لکھی تھی۔ اور اس پر ان دو کتابوں کی وجہ سے فتوے دیا کہ اس نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ اور بہت سختی کی اس پر پس حکیم ترمذی نے تمام کتابوں کے نسخے جمع کر کے دریا میں ڈال دئے۔ پس ان سب نسخوں کو مچھلی نگل گئی کئی سال تک مچھلی نے اپنے پیٹ میں رکھا۔ پھر ان کو باہر ڈال دیا اور لوگوں نے ان کتابوں سے فائدہ اٹھایا۔

فائدہ: یہ تھی کرامت ولی اللہ کی۔ کہ مچھلی کے پیٹ میں کتابوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا صحیح سلامت محفوظ رہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ نے ان کتابوں سے لوگوں کو

فائدہ بخشا۔

۸۔ طبقات الکبریٰ شعرانی۔ صفحہ ۱۵۔ جلد ا۔

ودقع لذی النون المصری رضی اللہ عنہ انھم وشوبہ الی بعض الحکام وحملوہ من مصرالی بغداد مغلولاً مقیداً ونزلوا فی زورق لیمضوا الی السلطان بمصر لیشھدوا علیہ بالکفر فاعلموہ بذالک فقال اللھم ان کانوا کاذبین فغرقھم فانقلب الزورق والناس ینتظرون فغرقوا حتی رئیس المرکب فقیل لہ ما بال الرئیس فقال قد حملہ الفساق ونجاہ اللہ ای ذی النون من الغرق۔

ذوالنون مصری ولی اللہ کو مصر سے بغداد کی طرف قید کر کے لے گئے۔ اور بعض حکام وقت کے پاس چغلی کھائی اُن پر اور کشتی میں ان کو سوار کیا، تا کہ شاہ مصر کے پاس جا کر ان پر گواہی دیں کہ یہ شخص کافر ہے پس ذوالنون کو یہ بات بتلادی اس نے اس کے حق میں بددعا کی کہ یا خدایا اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کو دریا میں غرق کر کشتی اُلٹی تمام غرق ہوئے۔ حتیٰ کہ کشتی والا بھی غرق ہوا۔ سوال ہوا کہ کشتی والے کا کیا قصور تھا۔ جواب ذوالنون نے دیا کہ اس نے نامقبول کو سوار کیا تھا۔ اور خود ذوالنون کو خدا تعالیٰ نے بچایا غرق سے۔

۹۔ طبقات الشعرانی، ص۱۵

واخرجوا سھل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ من بلدہ الی البصرۃ ونسبوہ الی القبائح وکفروہ ولم یزل بالبصرۃ الی ان مات بھا ھذا مع علمہ ومعرفتہ واجتھادہ

علماء نے فتوے دے کر حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے شہر سے نکال دیا بصرہ کی طرف، اور کفر اور قبیح سے قبیح باتوں کی نسبت اُن کی طرف کی، باوجود صاحب معرفت ولی اللہ ہونے کے۔ اور یہ کیوں ہوا؟ وہ کہتے تھے

وذالك انه كان يقول التوبة فرضٌ على العبد فى كل نفس تتعصب عليه الفقهاء عنى ذالك لا غاية

کہ انسان پر توبہ فرض ہے ہمیشہ گناہ سے توبہ کیا کرے۔ اس پر علماء نے حسد و عناد کی بناء پر فتوے کفر دے کر بصرہ سے جلا وطن کیا۔

فائدہ یہ وہ ہستی ہے جو پندرہ پندرہ دن مسلسل روزہ رکھتے۔ اور پندرہ دن کے بعد صرف خشک روٹی سے افطار کرتے تھے۔

۱۰۔ شعرانی لواقح الانوار ص۱۵

وكذالك رموا ابا سعيد الخراز وافتى العلماء بتكفيره

اسی طریقہ سے واقعہ ہوا کہ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ جو ایک کامل ہستی تھی اولیاء اللہ میں سے ان پر بہتان باندھے۔ اور علماء نے ان پر کفر کا فتوے دیا تھا۔

۱۱۔ شعرانی طبقات ص۱۶

وكذالك شهدوا على الجنيد رضى الله عنه بالكفر مرارا وهذا من اعجب العجب

اور اسی طرح حضرت شیخ الطائفہ جنید البغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر کئی بار کفر کی گواہی دی کہ یہ کافر ہے۔ اور یہ فتوے عجیب ہے۔ ایسے شخص کو بھی نہ چھوڑا۔

۱۲۔ تاریخ ابن خلکان و مراۃ الجنان امام یافعی ص۲۶۰ اور لواقح الانوار شعرانی ص۱۷

واقعہ شاہ منصور۔

واما سبب قتله فلم يكن عن امر موجب للقتل۔

اور بہر حال سبب قتل شاہ منصور حلاج کا کسی ایسے فعل پر نہ تھا کہ وہ واقعی قتل

اسماعیل علیہ الوزیر حین
احضرہ الی مجلس الحکم
مرات ولم یظھر منہ
ما یخالف الشریعة فقال لجماعة
ھل لہ مصنفات فقالوا
نعم۔ الی ان قال فقال
القاضی ھذا الکتاب تصنیفک
فقال نعم۔ فقال لہ
ممن اخذتہ۔ فقال عن
الحسن البصری ولا یعلم
الحلاج مارسوہ علیہ
فقال لہ القاضی
کذبت یا مراق
الدم۔ مسک الوزیر
ھذہ الکلمة علی القاضی ھذا افراغ عن
حکمک بکفرہ وقال للقاضی اکتب
خطک بالتکفیر فامتنع
القاضی فالزمہ الوزیر
بذالک فامر بالحلاج
وضرب الف سوط۔ فلم
یتاوہ وقطعت یداہ
ورجلاہ وصلب ثم

کا سبب بنتا۔ سوائے اس بات کے
کہ وزیرِ حکومت وقت کو شاہ منصور
پر ناراضگی تھی۔ کئی بار عدالت میں پیش
کیا گیا۔ مگر کوئی فعل خلافِ شرع ثابت
نہ ہو سکا تو پوچھا۔ کیا اس کی کوئی تصنیف
بھی ہے۔ پس جماعت نے کہا کہ ہاں
ہے۔ قاضی وقت نے پوچھا شاہ منصور سے
کہ کیا یہ تمہاری کتاب ہے؟ منصور نے
فرمایا۔ ہاں میری ہے۔ قاضی نے ان سے
پوچھا کہ جو آپ نے کتاب میں لکھا ہے، وہ
کہاں سے اخذ کیا ہے؟ جواب دیا کہ امام
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے، اور منصور
حلاج کو علم نہ تھا کہ انھوں نے میرے خلاف
منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ قاضی نے جواب میں
کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو" ای حلال القتل"
اس پر وزیر نے یہ حکم خوب یاد رکھا۔ اور قاضی
سے کہا کہ فرع ہے تمہارے حکم کا کہ یہ کافر
ہے۔ پس انکاری ہوا۔ پس وزیر نے
قاضی کو مجبور کر دیا کہ وہ لکھے کہ یہ کافر ہے
پس قاضی نے حکم دے دیا۔ اور سو کوڑا
مارا گیا۔ پس اُف تک نہ کی۔ پھر اس
کے ہاتھ، پاؤں کاٹے گئے۔ اور سولی پر

حرق بالنار و وقع الاختلاف بين الناس فيه اهو الذی صلب ام رفع کما وقع فی عیسیٰ علیہ السلام	پر چڑھا دیا گیا۔ پھر آگ میں جلایا گیا۔ پس اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں میں پیدا ہوا کہ شاہ منصور کو پھانسی پر چڑھایا گیا، یا آسمان پر اٹھایا گیا۔ مثل حضرت عیسیٰ ع کے
۱۳۔ دالیواقیت والجواہر صـ ج ۱۔ امام الشیخ محی الدین بن العربی و سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہما فلم یزل المنکرون ینکرون علیہما ویقولون بتکفیرھما الی وقتنا ھذا۔ قلت قد صنف شیخنا الجلال الدین السیوطی کتابا فی المودعت الشیخ محی الدین ابن العربی سماہ تنبیہ الغبی فی تبرئۃ ابن العربی وکتابا اخر سماہ قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض لما وقعت فتنۃ الشیخ برھان الدین البقاعی بمصر	جہاں تک شیخ محی الدین ابن عربی اور عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہما کا تعلق ہے ہمیشہ منکرین ان کا انکار کرتے رہے۔ اور ان پر اعتراض کرتے اور فتوے کفر دیتے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے ایک کتاب لکھی جس میں محی الدین ابن عربی پر معترضین نے جو اعتراض کئے تھے ان کے جواب دیئے، جس کا نام رکھا "تنبیہ الغبی فی تبریۃ ابن العربی" اور دوسری کتاب لکھی جس کا نام رکھا۔ "قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض"۔ یہ کتابیں اُس وقت لکھی گئیں، جب علامہ برہان الدین البقاعی کا مصر میں ان کے متعلق فتنہ بپا ہوا تھا۔

۱۴۔ طبقات الکبریٰ شعرانی اور مراۃ الجنان امام یافعی صـ ۲۳۴

وقتلوا الامام العارف ابا القاسم بن	اور علماء کے فتوے پر قتل کیا، امام

قسی وقتلوا ابن برجان وقتلوا عارف الحق والعارف المرجانی مع کونهم ائمة - یقتدی بهم وتامر الحساد علیهم نشهدوا علیهم بالکفر

*

عارف باللہ ابوالقاسم بن قسی کو۔ اور اسی طرح قتل کیا فتوے پر عارف باللہ ولی اللہ ابن برجان کو۔ اسی طرح قتل کیا ولی اللہ خولی کو۔ اور عارف کامل ولی اللہ مرجانی کو۔ باوجودیکہ یہ امام تھے علوم ظاہریہ، باطنیہ میں۔ ان کی اقتداء کی جاتی تھی۔ حاسدوں اور عنادیوں نے ان پر کفر کی گواہی دے کر قتل کرایا نعوذ باللہ

۱۶۔ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طبقات الصوفیہ صفحہ ۱۵ جلد ۲

ومنهم الشیخ ابو العباس هو من اجلاء مشائخ مصر ومحققهم وکان له مکاشفات عجیبة فی مستقبل الزمان فکان لایخبر بشیء الا جاء کما قال فانکر علیه بعض الفقهاء - فقال یا فقیه اشتغل بنفسك فانه بقی من عمرك سبعة ایام ومت فکان کما قال وذکر علیه مرة قاض وکتب بتکفیره

جن پر کفر کا فتوے لگایا گیا، ان میں شیخ اجل ابو العباس مصر کے مشائخ میں میں سے تھے۔ جو محقق تھے۔ اور عجیب صاحب کشف بھی تھے۔ خاص کر زمانہ مستقبل کی چیزوں پر خدا نے ان کو اطلاع بخشی تھی۔ اور جس امر کی خبر دیتے تھے اسی طرح وہ نکلتی تھی۔ پس اس پر بعض علماء نے انکار کیا تو فرمایا "اے فقیہ! اپنے نفس سے مشغول رہ! تیری عمر کے صرف سات دن رہ چکے ہیں۔ تم مرجاؤگے" پس اسی طرح ہوا۔ جس طرح بتایا تھا۔ امر پر قاضی وقت مخالف ہوا۔ اور کفر کا فتوے دے دیا۔

۱۷- طبقات الکبریٰ صفحہ ۱۵ جلد ۱ - مراۃ الجنان یافعی

واخرجوا محمّد بن الفضل البلخی من البلخ وقالوا لہ لایجوز لک ان تسکن فی بلدنا حتی جعلوا فی عنقہ حبلاً ویمرّد بہ علی اسواق المدینۃ ویقولون ھذا مبتدع - نرید ان نخرجہ - نفعلوا بہ -

انہوں نے عارف باللہ ولی اللہ محمّد بن فضل بلخی کو بلخ سے نکالا - اور ان سے کہا تمہارے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ تم ہمارے شہر میں آباد رہو - ان کی گردن میں رسی ڈال کر شہر کے بازار میں گھسیٹا، اور کہتے تھے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ اسکو اپنے شہر سے نکال دیں - یہ بدعتی ہے، پس ایسا ہی کیا -

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ صد ۲۴ ج ۱ -

۱۸- بیرون آوردہ شد از زندان واسط وپنہاں ماند در نہانخانہ پنجسال بسبب انکار وے بر شیخ عبد القادر قطب الاولیاء تاج المفاخر وبر غیر وے - از شیوخ اہل المعارف وبود ایں انکار وے از جملہ خذلان وتلبیس ابلیس وغرور وعجب از وے پھر لکھا -

وگفت یا فلاں شیخ عبد القادر بزرگ است وشان او عظیم است وانکار بر شان زہر قاتل است

علامہ ابن جوزی کو واسط کے جیل خانے سے باہر نکالا گیا - اور وہ پانچ سال تہ خانے میں چھپا رہا - بوجہ اس اعتراض کے جو انہوں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاولیاء تاج المفاخر پر کئے تھے اور دوسرے مشائخ پر بھی جو صاحب معارف بھی تھے - اور یہ انکار اس کے لئے باعث ذلت تھا - جو اس نے ابلیس کے بہکانے اور ذاتی کبر کی بناء پر کیا - اور فرمایا شیخ عبد الحق رحمۃ نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہیں - اور بڑی شان رکھنے والے

خدا تعالیٰ نگاہ دار دانہ اں	اور اُن کا انکار زہر قاتل ہے۔ خدا تعالیٰ ان کے انکار وغیرہ سے محفوظ فرمائے۔

۱۹۔ امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ جن کا وجود ہندوستان میں نہ ہوتا تو آج سے چار سو سال پہلے اسلام اس ملک میں ختم ہو گیا ہوتا۔ اکبر کی برائیوں اور الحاد کی وجہ سے ہم سب کی آج لمبی لمبی لٹیں، یعنی چوٹیاں ہوتیں۔ اور مورتیوں اور دیویوں کے سامنے "رام۔ رام" کر رہے ہوتے۔ امام ربانی رح کے وجود کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس برصغیر میں اسلام کو محفوظ فرمایا۔ اُن پر فتوے لگایا گیا۔ اُن کے مکتوبات کی تردید لکھی گئی۔ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید حسن خاں افغانی آپ سے منحرف ہو کر مکتوبات چرا کر لے بھاگا۔ ان مکتوبات میں تحریف کر کے عمائد وقت کے پاس ان کو بھجوایا۔ جو ان مکتوبات کو دیکھ کر سخت بے اعتقاد ہو کر منحرف ہو گئے۔ بھلا برا کہنا بھی شروع ہوا۔ اسی حالت میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی آپ کا رد لکھا۔ مگر حسن خاں کی شرارت معلوم ہوئی تو تائب ہو کر معافی مانگی۔ اسی طرح محمد صالح گجراتی نے آپ کے رد میں ایک رسالہ "مسماۃ الاغتیا" لکھا۔ اور ایک مرد سیّد محمد برزنجی مدنی کے پاس پہنچ کر لکھوایا، جس کا نام ایراد البرزنجی رکھا گیا۔

اصل میں شیخ محمد صالح گجراتی اور اس کے ہم نوا محمد عارف اور مولوی عبد اللہ سواتی، ان تمام نے مل کر اور زر کثیر خرچ کر کے عربی زبان میں مکتوبات کا ترجمہ کیا۔ مگر ایک فاضل اجل، عالم بے بدل اور عالم باعمل، عالم ربانی شیخ نور الدین محمد بیگ خوری آپ کے اصل مکتوبات ھندوستان سے منگوا کر مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ تمام تحریف سے کام لے کر امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو بدنام کیا گیا ہے۔ جس طرح سابقہ صوفیہ کی کلام میں تحریف کر کے صوفیہ محققین پر قتل، کفر کے

فتاویٰ لگا کر ظلم ڈھائے جاتے رہے۔ آخر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بددعا سے سیّد برزنجی ہلاک ہوا۔

۲۰۔ قال السیوطی فی تمع المعارض بنصرۃ ابن الفارض ان غرّ لك دَنْدَنَۃُ الذہبی فقد دَنْدَنَ علی الامام فخرُ الدّین بن الخطیب ذی الخطوب وعلی اکبر من الامام وھو ابوطالب المکّی صاحب قوت القلوب وعلی اکبر من ابوطالب وھو الشیخ ابوالحسن الاشعری الذی ذکرہٗ یجول فی الاٰفاق وعجوب رکتبه مشحونة سیّدا الـﷲ المیزان والتاریخ و سیر النبلاء انقبل اتت کلامہٗ

علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "تمع المعارض بنصرۃ ابن فارض" میں لکھا ہے کہ امام ذہبی کے بے مغز اعتراض تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دیں۔ پس تحقیق اس نے امام فخر الدّین رازی پر اعتراض کیا جو کہ ذی فضائل تھے۔ اور امام فخر الدین سے بھی بڑے آدمی پر بھی اعتراض کئے۔ وہ ابوطالب مکی ہے صاحب کتاب قوت القلوب اور ذہبی نے ابوطالب مکّی سے بھی بڑے آدمی پر اعتراض کئے۔ وہ شیخ ابوالحسن اشعری ہیں، جن کا ذکر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے، اور امام ذہبی کی کتابیں ان کی برائی سے بھری پڑی ہیں۔ میزان الاعتدال اور تاریخ ذہبی اور سیر النبلاء۔ کیا پس تم ذہبی کی کلام کو ان بزرگوں کے حق میں قبول کروگے، جو ذہبی نے بدگوئی کی۔ ہرگز ہرگز قبول نہ ہوگی۔ خدا کی قسم ان بزرگوں کے حق میں قبول نہ ہوگی۔ بلکہ ان بزرگوں کا جو صحیح حق ہے

فی ھؤلاء
کلام اولیاء اللہ
لا یقبل
کلام فیھم
بل نوصلھم
حقھم ونوالیھم
انتھیٰ

وہ ہم ان کو پورا پورا دیں گے۔ یعنی ان بزرگوں کی جو شان عند اللہ ہے، اس شان کو ملحوظ رکھیں گے۔ ذہبی کی کلام، جرح پر ان کی شان گرا نہ دیں گے۔ دشمن صلحاء و اولیاء ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جیسا قرآن کی آیت وجعلنا لبعضکم لبعضٍ عدو سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی گئی ہیں کہ قارئین اس تاریخی حقیقت سے واقف ہو جائیں کہ علمائے ظاہر نے کہیں تو علوم صوفیہ سے جہالت کی بناء پر اولیاء کرام کو ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا اور کہیں اس مقدس گروہ سے حسد اور عناد کی وجہ سے ان کو کافر و زندیق ٹھہرایا۔ اس لیے نبوت کے اس باطنی اور [illegible] پہلو سے خالی اور جاہل علمائے ظاہر کی بیباکیاں اور ستم ظریفیاں کوئی وزن نہیں رکھتیں۔ چونکہ یہ لوگ اس فن سے واقف نہیں، اس لئے ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں۔

آداب سلوک اور تربیت سالکین

ہر کام کے کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے، تو مقصد حاصل ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اولیائے کرام جس طرح سالکین کی تربیت کرتے ہیں اس کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ سب سے پہلے مقصد کا تعین ہے۔ سالک کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو

فی [illegible] ولا [illegible] کلا واللہ لا یقبل کلامہ فیھم بل نوصلھم حقھم ونوفیھم انتھی

وہ ہم ان کو پورا پورا دیں گے۔ یعنی ان بزرگوں کی جو شان عند اللہ ہے، اس شان کو ملحوظ رکھیں گے۔ ذہبی کی کلام، جرح پر ان کی شان نہ گرانے دیں گے۔ دشمن صلحاء و اولیاء ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جیسا قرآن کی آیت وجعلنا بعضکم لبعض عدو سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی گئی ہیں کہ قارئین اس تاریخی حقیقت سے واقف ہو جائیں کہ علمائے ظاہر نے کہیں تو علوم صوفیہ سے جہالت کی بناء پر اولیاء کرام کو ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا اور کہیں اس مقدس گروہ سے حسد اور عناد کی وجہ سے ان کو کافر و زندیق ٹھہرایا۔ اس لیے نبوت کے اس باطنی اور پہلو سے خالی اور جاہل علمائے ظاہر کی بیباکیاں اور ستم ظریفیاں کوئی وزن نہیں رکھتیں۔ چونکہ یہ لوگ اس فن سے واقف نہیں ہیں اس لیے ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں۔

آداب سلوک اور تربیت سالکین

ہر کام کے کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے، تو مقصد حاصل ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اولیائے کرام جس طرح سالکین کی تربیت کرتے ہیں اس کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ سب سے پہلے مقصد کا تعین ہے۔ سالک کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو

مقصد

ومن الناس من يعبد الله على حرفٍ فان
اصابه خيرن اطمان به وان اصابته
فتنةن انقلب على وجهه - خسر الدنيا والاخرة
ذالك هو الخسران المبين

يدخل فيه من يعبد الله
او يذكر الله تعالى طمعا
في الكرامات والمكاشفات
والالهامات والمكالمات
بالارواح والملائكة
ومحمدة الخلق ونيل
دنياهم فاذا راى ذالك
سكن واطمئن الى
العبادة والذكر وان لم
يرى شيئًا منها تركها
وتهاون فيها۔ خسر الدنيا
بفقدان الجاه والقبول
والافتضاح عند الخلق
والاخرة ببقائه في
الحجاب عن مشاهدة الحق
واحتراقه بنار البعيد

اس میں وہ شخص بھی داخل ہے
جو اللہ کی عبادت، یا اللہ کا ذکر اس
لالچ میں کرے کہ کرامات ظاہر ہوں۔ یا
کشف اور الہام ہونے لگے۔ یا ارواح
سے کلام کرنا آجائے یا لوگ تعریف
کرنے لگیں۔ یا لوگی اور دنیوی منافع حاصل
ہوں۔ پھر اگر ان چیزوں میں سے کچھ حاصل
ہو جائے تو اطمینان سے عبادت اور
ذکر کرتا رہے اور اگر ان مقاصد سے کچھ
حاصل نہ ہو تو ذکر و عبادت میں سستی
کرنے لگے۔ بلکہ اسے چھوڑ دے۔ اسے
دنیوی خسارہ تو یہ ہوا کہ نہ جاہ و مرتبہ ملا،
نہ مقبولیت و شہرت نصیب ہوئی۔ اور
اُخروی خسارہ یہ ہوا کہ حق کے مشاہدہ
سے حجاب میں رہا۔ اور جہنم کی آگ میں
جلنا نصیب ہوا۔

فائدہ

اس آیت میں ایسے صوفی ذکر کی مذمت ہے جو ذکر میں مشغول ہوتا ہے محض اس واسطے کہ مجھے کشف قبور حاصل ہو جائے یا ارواح سے کلام ہو جائے، یا تجلیات باری تعالےٰ یا انوار نظر آجائیں۔ یا الہام ہو جائے۔ یا لوگ مجھے اچھا جان کر میری تعریف و مدح کریں، یہ شخص طالب مولےٰ نہیں، نہ طالب رضائے الہٰی کا ہے۔ اگر مذکورہ چیزیں اس کو حاصل نہ ہوئیں تو دنیا میں خسارہ میں رہا اور آخرت خود خراب کی کہ طالب مولےٰ نہ تھا۔ لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ ذکر میں مشغول ہو تو محض رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ یہ چیزیں اکثر خود بخود آجاتی ہیں مقصود نہیں ہیں، نہ ہی ان کو مقصود بنایا جائے۔

خلق الانسان من عجل سا اوریکم ایاتی فلا تستعجلون ولما کان فی هذہ الآیات الانکار علی العجلۃ دل علی امر بترکھا ولو فی السلوک والتصوف وقد جرب ان اصل اکثر التشویشات والتحیرات فی الطریق ھو العجلۃ

انسان جلدی کا بنا ہوا ہے۔ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔

فائدہ

اس آیت میں جلدی کرنے سے انکار ہے۔ اس سے مطلقاً اس کے ترک کرنے کا حکم بھی لازم آیا جس میں علم سلوک، تصوف بھی داخل ہے۔ لہٰذا اس کے حصول میں بھی جلدی نہ کی جائے اور تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ طریق سلوک میں زیادہ تر پریشانیاں اور حیرانیاں، بلکہ ارتداد طریقت کا سبب بھی عجلت یعنی جلدی ہے۔ اس راستے میں جلدی اور زیادتی ترقی میں مضر ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کلام باری تعالےٰ ہوئی (کلیم اللہ ہوئے) تو فوری زیادتی کی طلب فرمائی رب ارنی انظر الیک آخر نتیجہ ہوا خر موسےٰ صعقا

گر کر بے ہوش ہوئے تو فرمایا۔

"اے موسیٰ! تجھ کو رسول بناکر اور کلام کر کے مخلوق سے چن لیا اور منتخب کر لیا ہے۔ پس جو کچھ میں نے دے دیا ہے، اس کو پکڑو، اور اس پر خدا کا شکریہ ادا کرو۔"

قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالتی و بکلامی۔ فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین ●

معلوم ہوا کہ کاملین کا طریقہ ہی تفویض ہے نہ اختیار

قال تعالیٰ ۔ بل عباد مکرمون لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۔ وفی ھذہ الایۃ اشارۃ الی ان الکامل لا یختار شیئاً بل شانہ التفویض والجریان تحت الاقدار مع طیب النفس ۔

بلکہ معزز بندے وہ ہیں جو اس سے بڑھکر بات نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے موافق چلتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ یہی حال کاملین کا ہے، وہ خود حرکت نہیں کرتے، بلکہ سپردِ خدا کرتے ہیں کام جو بھی ان کو تفویض ہو، اور خوش، خرم قدرتِ باری کے ماتحت ہو کر چلتے ہیں۔

فائدہ بہر حال صوفی کو جو مل جائے اس پر شاکر ہونا چاہیئے اور یہ بھی خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مشاہدات۔ مکالمات الہامات اور اسرار و رموز وغیرہ اس عارف پر منکشف ہوتے ہیں، جس کو ملائکہ سے مشابہت پیدا ہو جائے۔

ملائکہ میں عقل اور روح ہے، نہ نفس ۔ اور حیوانوں میں روح۔ نفس ہے نہ عقل۔ انسانوں میں ملائکہ اور حیوان دونوں کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اگر

انسان تابع نفس ہوا تو حیوان ہے، بلکہ ان سے بھی گیا گزرا — حیوانوں کا کام ہی کھانا اور نسل پیدا کرنا ہے — اور ملائکہ کا کام ہی ذکر الٰہی ہے۔ انسان ان دونوں کے درمیان ہے۔ اگر ذکر میں اور عبادت میں زیادہ مشغول ہو گیا تو عقل نفس پر غالب آگئی تو ملائکہ سے مشابہت ہو گئی۔ پھر یہ مشابہت بھی دو قسم کی ہے، ایک صوری، دوسری حقیقی۔

تفسیر البرهان علامہ زرکشی ص۱۴۳ ج ۲ -

قال تعالیٰ - یسبحون اللیل والنهار لا یفترون وقال تعالیٰ حکایة عن خلیله والذی هو یطعمنی ویسقین - وفی حدیث حنظلة لو انکم تدعون علی ما کنتم عندی لصافحتکم الملائکة ولکن ساعة وساعة ومعنی الآیة یطعمنی ویسقین بما یقیتم اللہ لنا صته من خلقه الذین لا یطعمون انما غذاؤهم التسبیح والتحمید والتهلیل ثبت من هذا العبارة الذکر نوعان النوع الاول هو الذکر العارضی والصوری الوقتیة والثانی الدائمی اذا کان الذکر بینهم علی الدوام والاستمرار لهم تقارنهم الملائکة السیاحون الملازمون علی حلق الذکر ولو قربوا من الملائکة هذا القرب لبدت لهم عیانا لاکرمهم اللہ تعالیٰ من مجلس الصحبة وجمیل الالفة -

(۱) رات دن خدا کی تسبیح کہتے ہیں۔ اور سستی نہیں کرتے (۲) حضرت خلیلؑ نے بیان فرمایا کہ میرا رب مجھے طعام شرب دیتا ہے۔ (۳) فرمان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہ میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے طعام پانی دیتا ہے۔ (۴) حدیث حضرت حنظلہؓ میں کہ اگر تم اس حالت میں رہو جس حالت پر میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حالت بدل جاتی ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی غذا صرف تسبیح و تحمید اور تہلیل کرنا ہی ہوتا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ ذکر دو قسم ہے۔ اول عارضی و صوری، دوسرا دائمی۔ جب ذکر دائمی صورت اختیار کرلے تو ذاکرین کے متلاشی سیاح فرشتے ان سے جدا نہیں ہوتے اور جب وہ ذاکرین ان فرشتوں سے زیادہ مماثلت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ فرشتے انہیں دکھائی دینے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کو اس فرشتوں کی صحبت اور ان سے الفت کرنے کے ساتھ نوازتے ہیں۔

فائدہ :- اس سے دو تین امور اور بھی واضح ہوئے اول یہ کہ دوام ذکر اور ریاضت مجاہدہ اور دوام مراقبات سے یکسوئی ہو جاتی ہے اور کشف ملائکہ اور ملائکہ سے مصافحہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دوم یہ کہ یہ باتیں صرف صحبت شیخ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث خنظلہؓ سے واضح ہے۔

البرہان یعنی تفسیر البرہان ج ۲-

اَعْلَم اَنَّہ لایحصل للناظر ولایظھر لہٗ اسرار العلم و موزاتہ من الغیب دفی قلبہ بدعۃ اد اصرار علی الذنب ادفی قلبہ کبر اوھوی النفس او حب الدنیا اوحب الجاہ	خوب جان لے کہ نہیں حاصل ہوتے دیکھنے والے کے لیے، اور نہ ہی ظاہر ہوتے ہیں اسرار علم اور رموزات علم تصوف کے غیب سے، حالانکہ اس کے دل میں بدعت بھی ہو اور اصرار گناہ پر بھی ہو اور اس کے دل میں تکبر بھی ہو اور خواہش نفس بھی ہو۔ یا حب دنیا اور حب جاہ بھی ہو۔

اور احیاء العلوم صفحہ ۹ جلد ۳-

اِنَّ الذین اتقوا اذا مسّھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون فاخبران جلاء القلب البصارۃ یحصل بالذکر وانہ لا یتمکن منہ الا الذین التقوا فالتقوٰی باب الذکر والذکر باب الکشف والکشف باب الفوز الاکبر وھو فوز لقاء اللہ تعالٰے	تحقیق وہ لوگ جن کو شیطان کی طرف سے وسوسہ معلوم ہوتا ہے سو خدا کو یاد کرتے ہیں، پس اچانک ہی وہ دیکھنے والے بن جاتے ہیں پس خبر دی رب العالمین نے کہ تحقیق روشنی قلب کی اور دیکھنا قلب کا حاصل ہوتا ہے، ساتھ ذکر رب کے، اور نہیں تمکین محسوس کرتے اس ذکر سے مگر وہ لوگ جو متقی ہیں پس تقوٰی دروازہ ذکر کا ہے اور ذکر دروازہ کشف کا ہے اور کشف کامیابی بڑی ہے اور وہ کامیابی ہے ملاقات باری تعالٰی کی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلا باب

مُبشّرات

ہماری ایک مختصر سی جماعت اپنے شیخِ طریقت، عالمِ بے بدل اور صوفی کامل حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب مدظلہ کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئی جس میں یہ افراد شامل تھے :-

- مولانا محمد سلیمان صاحب خطیب مسجد مجددیہ چکوال۔
- مفتی غلام صمدانی صاحب خطیب جامع مسجد بھجن ضلع سرگودھا۔
- مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد جوہر آباد۔
- پروفیسر عبدالرزاق حافظ ایم۔اے چکوال۔
- پروفیسر حافظ محمد شریف ایم۔اے چکوال
- حافظ محمد منظور الحق صاحب بی اے، چکوال۔

باتیں آئیں گی، جن کا تعلق دینی مسائل کی وضاحت سے ہے اس لئے ان کا بیان کرنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰہ

ہمارے شیخ مکرم کسی سے مروجہ بیعت نہیں لیتے۔ بلکہ جو شخص خلوص سے دین سیکھنے آتے اُسے تعلیم دیتے ہیں۔ جب اس میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کراتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اپنی رحمت خاص سے اب جسمانی طور پر روضہ اطہر کے پاس پہنچا دیا۔ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید بیعت کرنے اور باطنی فیوض حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔

۶: شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

اس حصے میں ان حالات کا بھی ذکر ہوگا۔ جو مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران اس سلسلے میں پیش آئے۔

اما کلام الصوفیة فلا یعرف الا بالذوق ولیس کل من اشتغل بالصرف والنحو و باللغة او بالفقه او بالمنطق کان من اهل الذوق انما اهل الذوق هم الذین اشتغلوا بتزکیة النفوس والریاضات والمجاهدات وفنوا انفسهم بالله تعالٰی وصارت لهم بذالك دربة وملكة تامة

(البرهان 2 : 124)

۱- جولائی ۱۹۷۰ء میں منارہ ضلع جہلم میں جماعت کے . . . . . اجتماع کے موقع پر ایک دن دربار نبوی ص میں حج کا معاملہ پیش ہوا۔ عرض کیا "حضور! مروجہ قانون کے مطابق بحری راستہ سے بلادِ عرب میں آنا مشکل ہے کئی بار درخواستیں دیں مگر قرعہ اندازی میں نام نہیں آیا" حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِس دفعہ ضرور آؤ خواہ کوئی راستہ اختیار کرنا پڑے" چنانچہ حضرت نے فرمایا۔ "پاسپورٹ تیار کراؤ اور قرعہ اندازی کا خیال چھوڑ دو اب تو بلاوا آ گیا ہے، اِس لئے جانا ضرور ہے"۔

۲- ۲۵ جنوری ۱۹۷۱ء عصر کے قریب مکہ مکرمہ پہنچ کر حرم شریف میں داخل ہوئے تو آواز آئی "مرحبا، اھلاً و سھلاً" یہ آواز چند ایک ساتھیوں نے بھی سنی۔

۳ ایک روز حرم میں بیٹھے تھے فرمایا "مطاف میں بے شمار انبیاء کے انوار نظر آتے ہیں" پھر فرمایا۔ غالباً ۹۹، انبیاء ع یہاں مدفون ہیں[۱]۔ بیت العتیق کی تعمیر

---

[۱] وقال عبد الرحمٰن بن سابط بين الركن والمقام وزمزم قبر تسعة وتسعين نبيا وان قبر هود ع وصالح ع وشعيب ع في تلك البقعة ويروى ان نبيا من الانبياء اذا هلك قومه جاء هو والصالحون معه الى مكة يعبدون الله فيها حتى يموتون

(تفسیر مظہری ۳: ۳۶۹)

اور چاہ زمزم کے جاری ہونے سے پہلے یہاں تشریف لائے اور یہیں وصال ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جن انبیاء کی قوموں پر عذاب الٰہی نازل ہوا، نزولِ عذاب سے پہلے انبیاء وہاں سے چلے آتے اور یہاں آکر قیام کیا اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔"

فرمایا۔ "کوئی پندرہ صاحبِ کتاب رسولؑ ہیں۔ بابِ کعبہ سے مقامِ ابراہیم تک ایک قطار ہے۔ بہت سے انبیاء کے انوار نظر آتے ہیں۔ بابِ کعبہ کے عین نیچے حضرت ہود علیہ السلام دفن ہیں۔ مقامِ ابراہیم کے متصل حضرت صالحؑ ہیں۔ ایک ساتھی نے قرآن مجید کی وہ آیات پڑھنا شروع کیں جن میں انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ جس نبیؑ کا یہاں مدفن ہے اُس کا نام آتے ہی اُس کے مدفن سے انوار اُٹھتے۔ رکنِ یمانی سے حجرِ اسود کی طرف کوئی تین گز کے فاصلے پر حضرت داؤد علیہ السلام کا مدفن ہے۔ بعض انبیاء سے ہمکلامی ہوئی۔ تو اپنا نام نہ بتایا۔ صرف اتنا فرمایا۔ انا رسول اللہ! معلوم ہوا کہ ان کے نام قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ حطیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضؓ مدفون ہیں۔

۴۔ حرم میں نماز کے لئے جو جگہ اختیار کی ہوا، اس کا کوئی ذکر ہوئی۔ جب مراقبہ میں مسجد نبویؐ پہنچے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے لئے اس جگہ کا تعین اور قیام کے لئے مکان کا انتخاب یوں اتفاقاً ہی نہیں ہوا۔ بلکہ سُنت کی پیروی کرانا مقصود تھی۔ نماز کی جگہ وہ جہاں حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہؓ پہلی مرتبہ آکر اترے تھے۔ اور مکان سے سنت صدیقی کی پیروی کرائی تھی۔ کہ وہ اسی راستے حرم میں آتے تھے۔ جس سے ہوا کہ ان سے تمہارا قلبی تعلق اور پختہ ہو۔"

۵۔ جنت المعلےٰ جاتے ہوئے پل کے قریب پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے آواز دی۔ پھر مختلف سمتوں سے آوازیں آنے لگیں "ھلموا الینا"۔ حضرت نے رُک کر ارواح سے عرض کیا کہ آپ ایک سے ایک بڑھ کر ہیں، کس کو چھوڑیں کس کے پاس جائیں۔ پھر ہر طرف سے آوازیں آئیں۔ مرحبا۔ مرحبا۔ ایک جگہ

کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور تمام ارواح کو ایصالِ ثواب کر کے آگے بڑھے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار پر گئے۔ ان کے ساتھ ہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قبر بھی ہے۔ دیکھا کہ شیعہ حضرات سیاہ لباس میں طالبعلموں وہاں کافی جمع ہیں۔ نورِ بصیرت سے دیکھا کہ دونوں قبریں خالی پڑی ہیں۔ دونوں حضرات علیین میں چلے گئے ہیں۔ اس کی وجہ شیعہ حضرات کی موجودگی تھی۔

۶۔ فرمایا کہ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان کی جگہ دیکھو۔ رکنِ یمانی سے تیسرے اور چوتھے مصلّے کے درمیان جو سفید جگہ ہے۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرہ سال تواتر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی بارش ہو رہی ہے۔

۷۔ مسجدِ خیف میں گئے۔ فرمایا کہ مسجدِ خیف کے محراب کے پیچھے حضرت آدم علیہ السلام دفن ہیں۔ قبلہ رو ہو کر دیکھا جائے تو محراب کے بائیں جانب دیوارِ مسجد کے متصل باہر دفن ہے[1]۔

پہاڑ کے متصل مسجد کی دیوار کے ساتھ بارہ انبیاء دفن ہیں۔ ان میں پانچ صاحبِ کتاب ہیں۔ آخری کونہ سے آواز آئی "انا نوح" وہاں گئے اور دیر تک مراقبہ کیا۔ اور حضرت نوحؑ سے کلام ہوتی رہی۔ فرمایا کہ "مفسرینِ قرآن نے میری قبر کی نشان دہی جو مختلف مقامات پر کی ہے سب غلط ہے۔

۸۔ جبلِ رحمت پر جہاں مینار بنا ہوا ہے۔ اس کے پاس ہی ایک صاحبِ کتاب رسول دفن ہیں۔ اس مینار کی جگہ حضرت آدم علیہ السلام کو وہ کلمات سکھائے گئے تھے۔ ربنا ظلمنا انفسنا الخ

۹۔ وقوفِ عرفات سے واپسی کے وقت فرمایا "مبارک ہو"

---

[1] مسجدِ خیف مسالک ملا علی القاری ص ۲۰ "وفیہ قبر آدم علیہ السلام"

ج: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل چیز کتاب کے بعد سنت ہے۔ مگر سنت احکام اور اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ جو لوگ میری سنت کے احکام اور اعمال کے مطابق زندگی ڈھال لیتے ہیں، وہ دراصل سنت کی زندہ تفسیر ہوتے ہیں۔ اس لئے سنت اور حامل سنت کے ذکر میں کوئی تعارض نہیں۔ اور اہل بیت سے مراد چند مخصوص افراد نہیں ہیں بلکہ اس میں عموم ہے۔ خواہ ان کا مجھ سے خونی اور نسبی تعلق ہو یا نہ ہو، اس لئے اہل بیت سے مراد وہ تمام صحابہ اور میرے گھر کے لوگ ہیں جو میری سنت کے حامل ہیں، سب اہل بیت میں آتے ہیں۔

س: عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اہل بیت کا لفظ قرآنی عرف میں ازواج اور گھر میں بالعموم رہنے والوں کے لئے بولا جاتا ہے

ج: فرمایا کہ خاص کو عام شامل ہوتا ہے۔ عرف قرآنی میں ازواج اور عموماً گھر میں رہنے والوں کے لئے اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خصوصاً۔ مگر عام امت میں سے جو متبعین کتاب و سنت ہیں وہ عموماً اہل بیت میں داخل ہیں۔ کل تقی و نقی فھو اہلی (مشکوٰۃ)

س: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شیعہ لوگ تو اس سے بارہ امام مراد لیتے ہیں۔"

ج: فرمایا "اس تخصیص کا قرینہ کونسا ہے۔ اگر اہل بیت سے مراد نسبی اولاد ہی لی جائے تو میری اولاد میں صرف بارہ کو شامل کرنا اور باقی کو چھوڑ دینا، اس کی بطلان کی دلیل ہے۔"

س: عرض کیا "یا رسول اللہ حضورؐ کا یہ فرمان تو اس آیت کے عین مطابق ہے۔

والسّبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ[1] میں رضا کا حصلہ ان سب

---

[1] والسبقون الاولون۔ الخ۔ میں سبقت کے متعلق۔ باقی ص۶۵ پر ملاحظہ فرمایئے

لوگوں کے لئے ہے۔ جنہوں نے مہاجرین وانصار سابقون الاولون کا اتباع کیا۔
اس اتباع میں نہ تو نی اور نسبی تعلق کا ذکر ہے، نہ یہ مراد لی جاتی ہے۔ جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹ :۔ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ مگر امام رازی رح نے خوب فرمایا
کہ خود قرآن نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ یہ سبقت ہجرت اور نصرت میں ہے۔
اور لفظ مہاجرین اور انصار اس کی دلیل ہے۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہجرت
میں سب سے سبقت لے جانیوالے صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ ہیں۔ ان کی ہجرت وہی ہے
جو ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور والسبقون تا باحسان مبتدا ہے اور رضی اللہ عنہم
ورضوا عنہ اس کی خبر ہے۔ یعنی جن لوگوں نے ہجرت اور نصرت میں سبقت کی، ان کو اس کا
صلہ یہ ملا کہ اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، مگر رضائے الٰہی کا سلسلہ
ان کی ذات پر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ والذین اتبعوھم باحسان تک وسیع ہوگیا۔ گویا مہاجرین و
انصار جو سابقون الاولون ہیں، اور ان کے متبعین ہی وہ جماعت ہیں، جن سے اللہ راضی
ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ ان سابقون الاولون کی اتباع کے
بغیر اللہ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی مخالفت کرنا خدا کے غضب کا مستحق بننا ہے
ان حضرات کی شان قرآن مجید کی اور آیات سے بھی ظاہر ہوتی ہے مثلاً :۔ للفقراء
المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون
فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون
اور ان صادقین کا دامن تھامے رکھنے کی تاکید ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ یاایھا
الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین - آیت کے سیاق و
سباق کے مطابق یہاں صادقین سے مراد مہاجرین وانصار ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد
ہوا۔ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین
انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی جس سے معلوم ہوا کہ

اتباع عام ہے تو نفلے ایک کا حصہ بھی عام ہے۔

ج۔ فرمایا۔ "ٹھیک ہے۔"

س۔ عرض کیا۔ "اسی طرح ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ رسول کی مخالفت کا علم اسی صورت میں ہوتا ہے کہ سبیل المؤمنین کی اتباع چھوڑ دی جائے۔ گویا اتباع سبیل المؤمنین چھوڑ دینے کا نام ہی رسول کی مخالفت ہے، اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔"

ج۔ فرمایا۔ "یہ درست ہے۔"

بقیہ حاشیہ ۶۹ :۔ صحابہ کرام میں تفاوتِ درجات ضرور ہے مگر جنتی سب کے سب ہیں اور ان میں سابقون الاولون کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اور مہاجرین میں سب سے سبقت لے جانے والے صدیق اکبرؓ ہیں۔ لہٰذا ان کا مرتبہ تمام صحابہ سے بلند ہے۔ اور اللہ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو اخلاص کے ساتھ ان سابقین الاولین کی اتباع کے بغیر ممکن نہیں۔

لے مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پوشیدہ امر ہے اس کی جگہ پر سبیل المؤمنین کو رکھا۔ یا تو ظاہر ہے۔ رسولؐ کی اطاعت کا دعوےٰ ہر شخص کر سکتا ہے۔ مگر اس دعوے کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار یہ قرار دیا کہ سبیل المؤمنین کا اتباع کیا تو اطاعت کا دعوےٰ درست۔ اور اتباع سے منہ موڑا تو رسولؐ کی مخالفت ثابت۔ سبیل المؤمنین وہی سابقون الاولون کا عمل ہے پھر ان کے متبعین یعنی تابعین اور تبع تابعین کا طریقہ ہے۔ تو جس نے صحابہ کرام کا طریقہ چھوڑا، وہ مخالفِ رسولؐ ہے۔ اور اس کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔

یہی اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے جس پر نص صریح شاہد ہے۔ اور ان آیات سے تقلید کی ضرورت اور اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے۔

س۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیعہ فرقہ میں بڑے بڑے مفسر، محدث اور متکلم گذرے ہیں اور عبادت بھی کرتے ہیں۔ ان کی عبادت کا کیا مقام ہے۔

ج۔ فقاض منبعلی نلی انما الاعمال موقوفۃ علی الایمان اذا فقد الایمان فقد الاعمال مذہبھم غلط ناحق۔ ھم یسبون الشیخین والصحابۃ وازواجی ویقولون بتحریف القرآن ومنکرون بسنتی۔

س۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح ہمارے سلسلہ کے لوگ آپ کی خدمت میں روحانی طور پر حاضر رہتے ہیں اس طرح اور لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں۔

ج۔ فرمایا اذا لم ینسلخ الدرح من الجسد فکیف یصل الیّ

س۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تین چار بزرگ ایسے معلوم ہوتے ہیں جو غوث اور قطب کے نام سے موسوم ہیں۔

ج۔ فرمایا۔ ھم اہل تضلیل

س۔ سئلت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالاً روحانیا ان عقیدتی بان الشیعۃ والقادیانیۃ ومن انکر الحدیث لیسوا بمؤمنین ھل ھی صحیحۃ ام لا

ج۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم صحیح۔ ثم دعالی بدعاء حسنۃ

س۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں تو شروع سے ہی بساط بھر ان فتنوں کی روک تھام میں لگا ہوا ہوں۔

ج۔ فرمایا۔ تمہاری تبلیغ اور دین کی طرف سے مدافعت کی رپوٹ مجھے پہنچتی رہتی ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوا اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اصلاح خلق کے لئے تمہارا موجودہ طریقہ مجھے بڑا پسند ہے۔

س۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے۔

کہ اس طرح لوگوں کے عقائد درست ہو جائیں۔ فرائض کے پابند ہو جائیں۔ ان کے معاملات درست ہو جائیں۔ حلال و حرام میں تمیز کرنے لگیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کا خیال پیدا ہو

ج۔ فرمایا کہ میری اور اپنی گفتگو سب لکھ دو اور طبع کرا دو تاکہ دین مضبوط ہو اور لوگ مستفیض ہوں۔

حضرت نے فرمایا کچھ باتیں اور بھی ہیں جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" اکتم فی صدرک ۔

۱۴۔ فرمایا کہ تمام مومنین کے اعمال ہر سوموار اور جمعرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری رپورٹ مجھے پہنچتی رہتی ہے ۔ اور میں بہت خوش ہوں۔

۱۵۔ اسی جگہ بیٹھے ہوئے روضہ اطہر کے اندر سے اذان کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ جب اشہد کا لفظ سنائی دیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ حضرت بلال ؓ ہیں۔ جب یہ حی علی الفلاح پر پہنچے تو مسجد نبوی ؐ کے مؤذن نے اذان شروع کی۔ حضرت سعید بن مسیب رضؓ کی روایت کی تصدیق ہو گئی کہ الانبیاء احیاء یصلون فی قبورھم ۔

۱۶۔ مسجد قبا کے جنوب کی طرف گئے تو دار کلثوم کے پاس ایک گنبد والا مکان نظر آیا۔ حضرت نے فرمایا یہاں حضرت سعد رضؓ مدفون ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ " حضور اکرم ؐ ہر ہفتے یہاں تشریف لاتے تھے ۔ ہمارے ساتھ انتہائی شفقت کی وجہ سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول بن گیا۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت میرے آقا کو میرا سلام پہنچا دینا۔

حضرت سعد ہمارے ایک ساتھی سے مخاطب ہوئے کہ تم نے خواب دیکھا تھا اور مجھ سے پوچھا تھا کہ مدینہ طیبہ یہاں سے کتنی دور ہے تو میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میلین

اور شلاشا میاں - اس ساتھی پر رقت طاری ہوگئی، خواب کا واقعہ یاد آ گیا -
۱۷۔ جنت البقیع میں گئے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ استفادہ کیا جائے - حضرت شیخ مکرم نے عرض کیا ۔ جئنالک لنزور تبرک ونصلی ونسلم علیک یا امی -

ج۲۔ قالت اہلا وسہلا مرحبا -

س۱۔ میں چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں -

ج۲۔ فاسئلوا اجیبکم -

س۱۔ یا امی ھل ذھبت الی الصدیق لطلب الفدک ؟ ھل غضبت علیہ ؟

ج۱۔ طلبت منہ ولکن ما غضبت اذ قرأ علی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث فھمت - وکیف غضبت علیہ وھو رفیق ابی فی الغار - وانفق مالہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وترک وطنہ واولادہ وازواجہ فی سبیل اللہ وھو امیر المؤمنین وخلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی کیف ظننت انی غضبت علی رفیق رسول اللہ وانت عالم بکتاب اللہ وسنت رسولہ

عرض کیا - یا امی انی متیقن ولکن سئالتک لاتمام الحجۃ علی الشیعۃ یا امی نقل عنک الراوی اعنی الزھری "غضبت فاطمۃ علی ابی بکر ولم تکلم حتی ماتت"۔

فرمایا - وھم الراوی وادرج فی الحدیث ما غضبت علیہ قط

واما ماتقول الشيعة هو كذب مفترى من مذهبهم
لعنهم الله مالهم من ديننا شيئ عندهم
هم اخترعوا من الذنب ويفترون علينا هم ملعونون
ومذهبهم ملعون. ماهم على شيئ واعمالهم
باطلة - حبطت اعمالهم وهم يحسبون انهم يحسنون
صنعا - اجتنبوهم يا بنى

پھر فرمایا: یا بنی سمعت من ابی وذکرنی ابی ان رجلا صالحا
جاء من الباکستان ومعه جماعة وهم اتقیائی

پھر فرمایا:- یا بنی کیف غضبت علی ابی بکر ونحن اهل
بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم الدنیا عندنا
ملعونة کیف اغضب علیه بخسیس الدنیا
هذا بهتان علی بلغوا الناس تا جتنبوهم جزاکم الله
یحفظک الله ویحفظ مالک ینصرکم الله وهو
خیر الناصرین - واسلکوا طریقة رسول الله صلی الله علیه
وسلم وهو صراط مستقیم ونفعکم الله علی تبلیغ دین
رسول الله صلی الله علیه وسلم- یا بنی اذهبوا ابتهلوا
علیهم الغضب -

یا بنی ان هذا ذو الفتن وشکیت الی ابی ان الروافض
یجیئون عند قبری ویؤذوننی قال لی ابی انهم یجیئوا
عند قبری ویؤذوننی وانا ادع لهم ان یهدیهم الله
الی صراط مستقیم وهم ضلوا عن السبیل انا

رحمة للعالمين انا بني اشد مفتزنون اصبر كما صبرا صبرا صبرا
عرض کیا یا امی ارید ان اسئل من ابی جعفر والی عبد الله الجعفر۔
فرمایا۔ کلا امی و کلا منهما واحد و ھا ھما جالسان عندی اما رایتھما؟
پھر فرمایا کہ بیٹا یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرا انھم مغضوبون ستنزل علیھم الظلمة
۱۸۔ جبل احد پر گئے تو حضرت نے فرمایا کہ جبل الدماۃ پر درّہ کے دائیں جانب حضرت ہارون دفن ہیں۔
۱۹۔ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ روضہ اطہر کے پاس مرد اور عورتیں اور روافض بہت شور اور ہنگامہ کرتے ہیں۔ اطمینان سے روضہ اطہر کا قرب نصیب ہو سکتا۔
حضرت ابوہریرہ فرمانے لگے کہ تم لوگ قرب کے حصول کے لئے عجیب عجیب تجویزیں کر لیتے ہو
عرض کیا۔ حضرت آپ کو اپنی تجویز بھی یاد ہے کہ قرب محبوب کے لئے دنیا و مافیہا کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اگرچہ تین سال کا عرصہ ہی قرب کے لئے نصیب ہوا مگر اس قلیل عرصے میں وہ کچھ حاصل کیا جو دوسروں کو ساری عمر میں حاصل نہ ہو سکا۔ جتنا کوئی شیخ کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی مستفیض ہوتا ہے۔ ہمارے سفر اور پریشانیوں پر غور فرمالیں۔ کیا ہماری درخواست جائز ہے یا نہیں؟
۲۰۔ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انتم اخلائی و انا

احبکم بڑی خوش نصیب ہے یہ جماعت جو آپ کی قیادت میں میری زیارت کو آئی ہے۔ انہیں وہ انعام دیا گیا جس کا شکر تمام عمر ادا نہیں کر سکتے،،

۲۱۔ ۲۲ر فروری صبح کے وقت روضۂ اطہر کے پاس معمول کر رہے تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے خلفاء مجاز پیش کیجئے۔ حضرت نے اپنے چاروں خلفا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی خامیوں کی نشاندھی فرما کر اصلاح کی تاکید فرمائی۔

۲۲۔ فرمایا الحمدللہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام انعامات پورے ہو گئے کیا ظاہری کیا باطنی۔ کئی لاینحل مسئلے حل ہو گئے۔

مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے سے کچھ پہلے حضرت شیخ مکرم نے رفقاء کو چند نصیحتیں فرمائیں۔

فرمایا۔ قربِ فرائض کے بغیر قربِ نوافل حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فرائض کے سلسلے میں سب رفقاء کو خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرائض مقرر کئے گئے ہیں، خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں یا حقوق العباد سے۔ اُن کی بجا آوری کا خاص خیال رکھا جائے۔ یہ دورِ فتن ہے۔ اپنے آپ کو فتنوں سے بچائے رکھنے کے علاوہ حتی المقدر دوسروں کو بھی حق کی دعوت دینا ضروری ہے۔ علماء حضرات بالخصوص اس ذمہ داری کو محسوس کریں۔ ایک ایک آدمی لے کر اس کی اصلاح اور صحیح تربیت کریں۔

صوفی کا سب سے بڑا سرمایہ محبت الٰہی ہے۔ اور محبت چاہتی ہے اطاعت محبوب کو اور اطاعت کا حق ادا ہوتا ہے قربِ فرائض اور قربِ نوافل کے ذریعے اور قرب نوافل اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک قربِ فرائض حاصل نہ

ہو۔ اتباعِ سنت کا اہتمام خود کرنا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند ہے۔

پیٹ کو لقمۂ حرام سے بچاؤ، زبان کو بیہودہ اور فضول گفتگو اور جھوٹ سے بچائے رکھو۔ ذکر کا معمول ترک نہ ہونے پائے۔ ہر روز ایک وقت دربارِ نبوی کی حاضری ضرور دو۔ سگِ حضوری بہ از ملک دوری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا باب

مشاہدات

حرمین شریفین میں کچھ ایسے منظر دیکھنے میں آئے جنہیں دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ اگر کسی ملک میں اسلامی قانون رائج ہو تو اس کی کم سے کم برکات یہ ہیں کہ انسان کی انفرادی اور سماجی زندگی اس اطمینان سے گذرتی ہے جس کے لئے انسانیت ترس گئی ہے۔

عرصہ سے پڑھتے پڑھاتے آتے ہیں کہ کل المسلم علی المسلم حرام دمہٗ ومالہٗ وعرضہٗ لیکن اسے بس ایک نظریاتی حقیقت کے طور پر سمجھا جاتا رہا۔ اس کی عملی تعبیر دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی تھیں۔ یہاں اس کی عملی تعبیر کے چند مناظر دیکھے۔

(۱) حج کے زمانہ میں حرمین میں لاکھوں انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اور وہ دیوانہ وار

پھرتے ہیں۔ اسی تناسب سے گاڑیوں کی تعداد سڑکوں پر دوڑتی ہی ہوتی ہے مگر دیکھا کہ اس عرصہ میں کوئی ایک حادثہ بھی پیش نہیں آیا نہ گاڑیوں کی ٹکر نہ مسافروں کو کچل دینے کا واقعہ۔ بڑی حیرت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ واقعی یہاں انسانی جان کا احترام ہے۔ وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ گاڑی کے حادثہ میں کوئی جانی نقصان ہو جائے تو تاوان کی رو سے کم از کم ۱۸۰۰۰/- ریال جرمانہ ادا کرنا ہوتا ہے اور وہ ڈرائیور پھر عمر بھر موٹر نہیں چلا سکتا۔

ہمارے یہاں بھی کچھ عرصہ پہلے انسانی جان کی قیمت غالباً ۸۰۰۰/- روپے مقرر کی گئی تھی مگر ٹرانسپورٹروں کی طرف سے احتجاج ہونے لگا کہ یہ ہماری آزادی میں دخل دیا جا رہا ہے۔ ہمیں آزادی ہونی چاہیئے کہ بے تکلفی سے انسانوں کو چیونٹیوں کی طرح روندتے رہیں۔ اب بھی ہمارے اخبارات میں ٹریفک کے حادثات کا تذکرہ ہر روز ہوتا ہے۔

(۲) یہاں مجرم کو سزا سر عام دی جاتی ہے مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے باہر کھلی جگہ پر لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے باہر مجرم کو لایا جاتا ہے۔ قاضی آتا ہے۔ فیصلہ سناتا ہے اور وہیں لوگوں کے سامنے اگر مجرم قاتل ہے اس کی گردن اڑا دی جاتی ہے۔ اگر چور ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ دیکھنے والے یہ منظر دیکھتے ہیں اور کوئی پڑھ رہا ہے۔ اَستغفر اللہ ربی کوئی کہہ رہا ہے اِهدنا الصراط المستقیم معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جرم کی سزا کے لئے جو یہ طریقہ رکھا ہے کہ ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین۔ اس میں بڑی حکمت ہے اس کا اثر یہ ہے کہ یہاں جرائم بہت کم ہوتے ہیں اور جرائم پیشہ لوگوں کی بہتات نہیں۔

یہ اسلام کے قانون انصاف اور قانون سزا کی برکت ہے کہ جرائم قریباً

ناپید ہیں اور لوگوں کی جان مال اور آبرو محفوظ ہے۔

۳۳۔ ایک روز مسجد نبویؐ میں روضۂ مبارک کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس روافض کا ایک گروہ نعرہ بازی کرنے لگا۔ امام مسجد نے حکم دیا۔ سپاہی آگئے اور ڈنڈے مار مار کر ان کو وہاں سے نکال دیا۔

معلوم ہوا کہ یہاں امام کی حیثیت جج اور مجسٹریٹ کی ہے یہاں امام کو مکین نہیں سمجھا جاتا اور یہ کہ ان لوگوں کو آداب نبویؐ کا ایسا خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا گویا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ اور جن لوگوں کے ہاں نعرہ بازی اور سطحی جذباتیت ہی مذہب کی روح ہو انہیں مجلس نبویؐ کے آداب سے کیا تعلق۔ انہیں لا ترفعوا اصواتکم کا خیال آتے تو کیونکر۔ بہر حال سپاہیوں کی اس کاروائی سے وہاں موجود لوگ بہت خوش ہوئے کہ آداب سکھانے کا بندوبست یہاں موجود ہے۔

مسجد نبوی میں رفع صوت پر شیعہ کو جو سزا دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ حیاۃ الانبیاء کا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ ہے مسجد نبوی میں درود پڑھا جائے یا کسی قسم کی آواز بلند کی جائے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں ورنہ ان کو سزا نہ دی جاتی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ

النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی

اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

تسلیما

تمت

بالخیر